قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا ۝ فَانْطَلَقَا
حَتَّىٰ إِذَا لَقِيَا غُلَامًا فَقَتَلَهُ قَالَ أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ
جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا ۝ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝
قَالَ إِنْ سَأَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِي قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّي عُذْرًا ۝

کہا مجھ سے میری بھول پر گرفت نہ کرو اور مجھ پر میرے کام میں مشکل نہ ڈالو * پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک لڑکا ملا اس بندے نے اسے قتل کر دیا۔ موسیٰ نے کہا کیا تم نے ایک ستھری جان بے کسی جان کے بدلے قتل کر دی بے شک تم نے بہت بری بات کی * کہا میں نے آپ سے نہ کہا تھا کہ آپ ہرگز میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے * کہا اس کے بعد میں تم سے کچھ پوچھوں تو میرے ساتھ نہ رہنا بے شک میری طرف سے تمہارا عذر پورا ہو چکا
(۱۸/ ۷۳ تا ۷۶ * ت: ک)

۷۳- میں معاہدہ بھول گیا تھا مجھے یاد ہی نہیں رہا کہ سوال نہ کرنے کا میں نے آپ سے وعدہ کر لیا ہے۔ بعض اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ نسیان سے مراد ہے یعنی میں نے آپ کی پہلی نصیحت پر جو عمل نہیں کیا اس کا آپ مواخذہ نہ کریں۔ حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت کردہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا موسیٰ علیہ السلام کی پہلی حرکت از روئے نسیان تھی اور دوسری حرکت بطور شرط اور تیسری حرکت قصداً۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا حضرت موسیٰؑ بھولے نہ تھے۔ نسیان کا تذکرہ ضمنی طور پر آگیا ہے۔ گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام کچھ اور بھولے تھے (وہ سابقہ معاہدہ کو نہیں بھولے تھے) * اور میرے اس معاملہ میں مجھ پر زیادہ تنگی نہ ڈالئے یعنی تنگی اور مواخذہ کر کے مجھ پر مشقت اور دشواری نہ ڈالئے مطلب یہ کہ آپ کے اس سلوک سے میرے لئے آپ کا ساتھ رہنا دشوار ہو جائے گا۔ بعض نے آیت کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ آپ میرے ساتھ سختی کا برتاؤ نہ کیجئے آسانی کا سلوک کیجئے (مظہری)

۷۴- پھر دونوں چلے۔ ان یا توں بالآخر کشتی دوسرے کنارے پر آ لگی جہاں کچھ مسافر اترے اور یہ بھی اتر پڑے اس طرح کہ آگے اور پہلے حضرت خضرؑ اترے پھر پیچھے حضرت موسیٰؑ اور ایک نزدیکی گاؤں کی طرف چل پڑے وہاں کچھ نابالغ بچے کھیل رہے تھے ان سے کچھ دور کھڑا ایک بہت خوبصورت بچہ تھا۔ سیدھے اس طرف تشریف لے گئے اور حضرت خضرؑ نے اس بچے کو قتل کر دیا۔ اس طرح کہ سر کاٹ دیا یا گلا گھونٹ دیا۔ یہی قول درست ہے۔ یا لٹا کر ذبح کر دیا یا پتھر سے دے مارا

بچہ قتل ہو گیا۔ لیکن کسی کو پتہ نہ چل سکا۔ یہ قتل کر کے آگے روانہ ہو گئے۔ تب دیکھنے والوں کو پتہ لگتا اور شور
اٹھاتا کہ یہ خود بے ہوش ہو کر مر گیا ہے یا کسی نے گلا گھونٹ کر مارا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ نے ظلم کا
واقعہ نہ دیکھا تھا۔ یہ معاملہ پہلے سے بھی زیادہ سخت اور سنگین تھا۔ چلتے چلتے پھر اعتراض فرمایا مگر
مداخلت نہ کی ورنہ جانتے تو اسی وقت چھوڑ دیتے۔ بس اتنا ہی فرمایا کہ اے خضر تم نے ایک خوب
صورت لڑکے کو جو ابھی بے گناہ تھا بغیر قصاص قتل کر دیا ہے جبکہ یہ تو صاف شریعت کے خلاف
کام کیا تم نے۔ اس احتجاج میں پہلے سے زیادہ سختی تھی کیونکہ اس میں غم تعجب اور جلال کا عنصر تھا۔
ان واقعات سے عجیب عجیب سبق اور عبرتیں حاصل ہوتی ہیں۔ (اشرف التفاسیر)

(الحمد للہ رب العالمین پندرھویں پارہ کا ترجمہ و تفسیر مکمل ہوا)

۷۵۔ یہاں لَكَ فرمایا گیا پہلے لَكَ نہ تھا تاکہ معلوم ہو کہ یہاں عتاب زیادہ ہے۔ اس پورے
واقعہ سے معلوم ہوا کہ صاحب شریعت پیغمبر دوسرے پیغمبر کے متبع ہو سکتے ہیں کہ حضرت موسیٰ
علیہ السلام صاحب کتاب ہیں مگر خضر علیہ السلام کی اتباع کرنے ان کے پاس گئے لہذا اگر
حضرت عیسیٰ علیہ السلام قریب قیامت زمین پر آ کر دین محمدی ﷺ کی پیروی کریں تو کوئی حرج نہیں
(تفسیر نور العرفان)

۷۶۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے۔ اس کے بعد پھر اگر میں نے آپ پر اعتراض کیا تو بے شک مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا
اب آپ معذور ہیں۔ حضرت ابی بن کعب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب کوئی
شخص یاد آ جاتا اور آپ اس کے لئے دعا کرتے تو پہلے اپنے لئے کرتے۔ ایک دن آپ نے فرمایا: "ہم پر
موسیٰ پر اللہ کی رحمت ہو، اگر وہ اپنے ساتھی (خضر) کے ساتھ ٹھہرتے تو اور بھی بہت سی تعجب خیز چیزیں دیکھتے
لیکن وہ کہنے لگے۔ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا" (تفسیر ابن کثیر)

لغوی اشارات ✱ نَسِيْتُ : واحد متکلم ماضی نسیان سے۔ میں بھول گیا، میں غافل ہو گیا ▲ تُرْهِقْنِيْ :
تو مجھ پر زبردستی چھا جا۔ ترھق، ارھاق سے جس کے معنی زبردستی چھا جانے اور دشواری میں ڈالنے
کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ، واحد مذکر حاضر ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم ▲ عُسْرًا : سختی، دشواری،
مشکل، تنگی (یُسْر آسانی کی ضد ہے) اس کے معنی سخت اور دشوار ہونے کے ہیں۔ یہ مصدر ہے اور اس کا فعل
باب سَمِعَ اور کَرُمَ سے آتا ہے، چونکہ فقیری میں بھی تنگی اور سختی ہوتی ہے اس لئے تنگدست
ہونے میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے ▲ لَقِيَا : تثنیہ مذکر غائب ماضی معروف (عورت کو مرد کے ساتھ تغلیباً
شامل کیا گیا ہے) ان دونوں نے پایا، وہ دونوں سامنے آئے ▲ غُلٰمًا : اسم مفرد نکرہ منصوب جوان،
مرد شخص ▲ زَكِيَّةً : ستھرا، گناہوں سے پاک صاف زکاۃ سے بروزن فعیلۃ صفت مشبہ
کا صیغہ واحد مؤنث ہے ▲ جِئْتَ : تو لایا، تو آیا۔ مَجِيْءٌ ، ماضی کا صیغہ، واحد مذکر حاضر ▲

نُكْرًا : اسم ۔ منکر، نا مرغوب، شدید، سخت ▲ عُذْرًا : عذر ۔ الزام کو دور کرنا ۔ سید مرتضیٰ زبیدی، تاج العروس میں لکھتے ہیں عذر کے معنی معروف ہیں یعنی وہ دلیل کہ جس کے ذریعہ معذرت پیش کی جاتی ہے اور علامہ فیومی مصباح میں فرماتے ہیں کہ یہ عَذَرَ يَعْذِرُ عُذْرًا فَهُوَ مَعْذُورٌ سے جو باب ضرب سے آتا ہے اور جس کے معنی ملامت کو رفع کرنے کے ہیں اسم یعنی حاصل مصدر ہے اور اس کی ذال پر ضمہ بھی آتا ہے اور سکون بھی اور جمع اعذار ہے
(لغات القرآن)

مفہومات مزید ✶ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضرؑ سے فرمایا بھول چوک سے جو ہو جاتی ہے اس پر گرفت نہ کیجیے اور اس چیز کام کو مشکل میں نہ ڈالا جائے ۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ جو اعتراض کیا تھا وہ محض اور واقعتاً بھول چوک کے سبب تھا حقیقتاً ان کو وہ شرط یاد نہ رہی تھی ● پھر وہ دونوں یعنی حضرت موسیٰؑ و خضرؑ کشتی سے اتر کر اور آگے بڑھے یہاں تک کہ دو آبادی کے بیچ میں ایک کمسن خوبرو لڑکا ملا ۔ خضرؑ نے اس لڑکے کو مار ڈالا ۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰؑ گھبرا گئے اور بے ساختہ کہنے لگے کہ اے خضرؑ آپ نے ایک بے گناہ بھولے بھالے بچے کو مار ڈالا اور آپ کا یہ کام کسی قصاص اور جان کے بدلے نہیں ہے بے شک آپ نے تو یہ بڑی بے جا اور غیر ضروری کام کیا ہے ● حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو شرعی علم حاصل تھا اس کی روشنی میں حضرت خضر کا یہ کام بہرحال خلاف شریعت تھا جب دیکھ کر آپ نے اعتراض کیا اور اسے نہایت برا اور تکلیف دہ کام قرار دیا تھا ۔ ظاہر ہے حضرت موسیٰؑ کے اعتراض کے جواب میں خضرؑ کو یہی تو کہنا تھا کہ میں نے آپ سے کہہ دیا تھا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر ہرگز صبر نہیں کر سکتے چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا ● حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معاملہ کی نزاکت کے پیش نظر اس طرح فرمایا کہ جو ہوا سو ہوا اب کے درگزر کیجیے اور جانے دیجیے لیکن اب آئندہ پھر میں آپ سے آپ کے کسی کام کے بارے میں تعرض کروں یا کسی امر کے بارے میں دریافت کروں تو پھر آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں بے شک آپ میری جانب سے عذر کی انتہا پا چکے ہیں یعنی تا حال آپ نے بہت درگزر سے کام لیا اب اگر میں کچھ پوچھوں اور اس کے بعد بھی آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں تو آپ معذور ہیں ●

فَانْطَلَقَا ۫ حَتّٰىٓ اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ ۨاسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا
فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ۭ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ
عَلَيْهِ اَجْرًا ؀ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ
تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ؀ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ
فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَاۗءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ؀

پھر وہ آگے چلے یہاں تک کہ ایک بستی والوں کے پاس آئے تو ان سے کھانا مانگا پھر انھوں نے ان کی ضیافت دینے سے انکار کیا پھر ان کو وہاں ایک ایسی دیوار ملی کہ جو گرا ہی چاہتی تھی تب اس نے اس کو سیدھا کر دیا (موسیٰ نے) کہا اگر آپ چاہتے تو اس کام پر کچھ اجرت لے لیتے * اس نے کہا اب یہ میرے اور تمہارے بیچ جدائی ہے اب میں تم سے ان باتوں کا راز بھی بتلائے دیتا ہوں کہ جن پر تم صبر نہ کر سکے * وہ جو کشتی تھی سو وہ محتاج لوگوں کی تھی جو دریا میں مزدوری کرتے پھرتے تھے پھر میں نے اس میں عیب کر دینا چاہا کیوں کہ ان محتاجوں کے آگے ایک بادشاہ ہر ایک کشتی کو زبردستی پکڑ رہا تھا۔ (ح: ت * ۷۷ تا ۷۹/۱۸)

۷۷۔ یہاں ان دونوں یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کے سفر کے تیسرے مرحلہ کا بیان ہو رہا ہے دونوں سفر کرتے کرتے ایک بستی میں پہنچے ۔ اس بستی کا نام بقول بعضے ایکہ تھا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس بستی کے رہنے والے باشندے بہت بخیل تھے ۔ بستی والوں نے ان کی مہمان نوازی کرنے سے انکار کر دیا اس کے باوجود حضرت خضر علیہ السلام نے بستی کے ایک مکان کی ٹیڑھی دیوار جو گرنے کے قریب تھی اسے پکڑ کر سیدھی کر دیا۔ آیت کریمہ میں دیوار کی طرف ارادہ کی نسبت کرنا بطور مجاز ہے جیسے بیان ہو چکا ہے کہ حضرت خضرؑ نے دیوار کی کجی کو درست کر کے اسے پختہ کر دیا۔ یہ خلاف عادت امر ہے اسی لئے اسے دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے جب کہ بستی والوں نے ہمیں کھانا کھلانا بھی گوارا نہ کیا اس لئے چاہیے تو یہ تھا کہ آپ ان سے اس کام کی اجرت لے لیتے ۔ (تفسیر ابن کثیر ترجمہ)

۷۸۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ یہ تیسرا اعتراض میرے اور آپ کے درمیان جدائی کا سبب ہے ۔ تیسرے اعتراض میں خواہش نفس کا کسی قدر دخل تھا جو سابق دونوں اعتراضوں میں نہ تھا اس لئے حضرت خضرؑ نے تیسرے اعتراض کو موجب فراق قرار دیا (بعض نے خواہش نفس کے دخیل ہونے

کا تذکرہ کیا ہے) مطلب یہ ہے کہ اب میرے اور آپ کے درمیان جدائی ہونے کا وقت آ گیا ہے کیوں کہ آپ نے ایک ایسا اعتراض کیا ہے جس میں نفس کا دخل ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ھذا سے اشارہ اس فراق کی جانب ہو جس کی صراحت "ان سالتک عن شیء بعدھا فلا تصاحبنی" میں کی گئی ہے۔ اب میں آپ کو ان چیزوں کی اندرونی تشریح بتاتا ہوں جن پر آپ کو صبر نہ ہو سکا کیوں کہ وہ بظاہر خلاف شرع نظر آتی تھیں حالانکہ مآل اور انجام کے لحاظ سے وہ درست اور غلط نہ تھیں۔ بغوی نے لکھا ہے کہ بعض تفاسیر میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضرؑ کا دامن پکڑ لیا اور کہا ان واقعات کا جو علم اللہ نے آپ کو دیا ہے جدا ہونے سے پہلے مجھے بھی بتا دیجیے۔ (تفسیر مظہری۔ ترجمہ)

۷۹۔ وہ کشتی کہ جسے ہم نے چیر دیا تھا وہ چند ایسے کمزور مسکینوں کی تھی جو اسے زور بازو ظالموں سے محفوظ نہ رکھ سکتے تھے اور ان کی وجہ معاش یہی کشتی تھی وہ دس بھائی تھے ان میں پانچ تو لنجے لنگڑے تھے۔ مزدوری کے طور پر دریا میں کشتی چلا کر کسب معاش کرتے تھے۔ عمل کا اسناد کل کی طرف یا تو تغلیباً ہے یا وکیل کا کام جو کل کی طرف منسوب ہوتا ہے اسی بنا پر ہے اگرچہ کام بعض کرتے ہیں لیکن فعل کی نسبت کل کی طرف کی گئی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ و مشیت اور اس کے حکم سے ارادہ کیا کہ اسے عیب دار کر دوں حالانکہ ان کے آگے تھا * بادشاہ جو صحیح و سالم کشتیاں چھین لیتا تھا۔ اس کا نام جلندی ابن کرکر تھا وہ شہر قرطبہ کے جزیرہ اندلس میں رہتا تھا دریائی فساد و قزاقی ڈالنے والا یہی پہلا شخص تھا جیسے زمین پر پہلا فساد قابیل نے ہابیل کے قتل کے ذریعہ ڈالا تھا۔ جلندی بادشاہ کشتی والوں سے جبراً کشتیاں چھین لیتا تھا۔ لہٰذا حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کو غصب کے خوف سے عیب دار کر دیا تھا آپ نے واضح کر دیا کہ "ہم نے کشتی کو عیب دار کشتی والوں کو غرق کرنے کے لئے نہیں بلکہ اس لئے کہ وہ ظالموں کی دستبرد سے بچ جائے چنانچہ مروی ہے کہ خضر علیہ السلام نے کشتی کا تختہ اکھاڑنے کے بعد کشتی والوں کو بتا دیا تمہارے آگے ایک بادشاہ ہے جو جبراً کشتیاں چھین لیتا ہے لیکن جو کشتی عیب دار ہو گی اسے نہیں چھینے گا میں نے تمہاری کشتی کو اسی لئے عیب دار بنا دیا ہے تاکہ ظالم بادشاہ تم سے کشتی نہ چھین سکے۔ (ف) کشتی تھوڑی دور آگے چلی تو بادشاہ کے کارندے آ گئے اور کہا کہ بادشاہ نے کشتی لانے کا حکم دیا ہے بشرطیکہ اس میں عیب نہ ہو۔ چنانچہ کشتی کو دیکھنے لگ گئے کشتی تو عیب دار تھی ہی چنانچہ کشتی کا عیب دیکھ کر کشتی اور کشتی والوں کو چھوڑ کر چلے گئے۔ جب وہ دور نکل گئے تو خضر علیہ السلام نے اکھڑے ہوئے تختے کو اپنی جگہ پر چسپاں کر دیا جس سے کشتی بدستور صحیح سالم ہو گئی۔ (روح البیان)

لغوی تشریح * يُّضَيِّفُوْا : جمع مذکر غائب مضارع منصوب تضییف مصدر (تفعیل) کہ وہ ان کی مہمانی کریں مہمان بنانا ▲ جِدَارًا : دیوار اسم ہے ▲ يَّنْقَضَّ : واحد مذکر غائب مضارع انقضاض مصدر (انفعال) کہ وہ گر پڑے، گر پڑنا ▲ فِرَاقُ : اسم فعل۔ جدائی ▲ تَاْوِيْلُ : تعبیر بتانی

کی سمجھائی، بیان، حقیقت، تشکیل ہونا۔ یہ وزن تفعیل مصدر ہے۔ اَوْلٌ سے مشتق ہے جس کے
معنی اصل کی طرف لوٹنے کے ہیں۔ اسی لئے رجوع اور جائے بازگشت کو مآل کہتے ہیں۔ کسی شے کو خواہ وہ
شے علم ہو یا عمل اس کی اصل مراد کی طرف لوٹانے کا نام تاویل ہے ▲ اَرَدْتُّ : میں نے چاہا، ارادہ کیا۔ (ل ق)

مفہوم آیات کریمہ ✱ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام دونوں آگے بڑھ گئے چلتے چلتے ان حضرات کا
گزر ایک بستی پر ہوا انہوں نے بستی والوں سے کہا کہ ہمیں اپنا مہمان بنا لو اور ہمارے کھانے کا انتظام کرو لیکن اس
بستی کے لوگ جو طبعاً بخیل تھے انہوں نے ان دونوں برگزیدہ ہستیوں کی مہمان داری سے انکار کر دیا۔ دریں اثناء
انھیں وہاں ایک ایسی دیوار نظر آئی جو نہایت بوسیدہ اور گرا ہی چاہتی تھی۔ حضرت خضرؑ نے اس دیوار کو اپنے ہاتھ
سے سہارا دے کر سیدھا کر دیا تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ بستی والوں کا رویہ آپ دیکھ چکے ہیں
اس کے باوجود آپ نے ان کے ساتھ ایسا اچھا معاملہ کیا کہ ان کی ایک دیوار کو درست کر دیا اگر آپ چاہتے تو
اس کام کی اجرت طلب کر لیتے تاکہ ہماری ضرورت بھی پوری ہو جاتی اور ان لوگوں کے اخلاق سدھر جاتے ●
خضر علیہ السلام نے اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اعتراض اور ٹوکنے پر کہا کہ اب میرا اور آپ کا ساتھ ختم ہو چکا
آپ کے تیسرے سوال نے مجھ کو اور آپ کو جدا کر دیا ہے یہ گھڑی فراق و جدائی کی ہے آپ اپنی راہ لیں اور میں اپنی
البتہ ان باتوں پر جن پر آپ کو صبر نہ آیا اور بار بار سوال کرتے رہے ہیں ان کی حقیقت بیان کرتا ہوں ●
حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا وہ جو کشتی تھی جس پر ہم سوار ہوئے تھے وہ دراصل ایسے کمزور محتاجوں مسکینوں کی تھی
جن کا گزر بسر کا ذریعہ وہی کشتی تھی وہ دس غریب محنت کش بھائی تھے ان میں سے پانچ تو اپاہج تھے جو کچھ کام
نہیں کر سکتے تھے باقی پانچ اگرچہ کہ تندرست تھے اور دریا میں کام کرتے تھے لیکن کسی ظالم کے ظلم کا سامنا کرنے سے
مجبور رہتے تھے تو میں نے چاہا کہ اس کشتی کو جو ان کے معاش کا ذریعہ ہے محفوظ کرنے کے لئے عیب دار بنا دوں کیونکہ
مجھے معلوم تھا کہ ان کے آگے ایک ایسا ظالم بادشاہ تھا جو ہر اچھی کشتیاں چھین لیتا تھا تاہم کوئی کشتی عیب دار
ہوتی تو اسے چھوڑ جاتا تھا وہ ہر ثابت و سالم کشتی پر زبردستی قبضہ کر لیتا تھا اور کشتی والوں کو واپسی میں اس
کی طرف سے لوٹنا ہوتا تھا اور کشتی والوں کو اس بادشاہ جس کا نام جلندی تھا کے ظلم سے بچانے کے لئے اور
کشتی کی حفاظت کی غرض سے کشتی کو عیب دار کر دیا ●

وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۝
فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ۝ وَاَمَّا
الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِى الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا
وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا
كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِىْ ۗ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ
مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ۝

اور وہ جو لڑکا تھا تو (اس کی حقیقت یہ ہے کہ) اس کے والدین مومن تھے۔ پس ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ (اگر زندہ رہا تو) مجبور کر دے گا انہیں سرکشی اور کفر پر * پس ہم نے چاہا کہ بدل دے انہیں ان کا رب (ایسا بیٹا) جو بہتر ہو اس سے پاکیزگی میں اور (ان پر) زیادہ مہربان ہو * باقی رہی دیوار (تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ) وہ شہر کے دو یتیم بچوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ (دفن) تھا اور ان کا باپ نیک شخص تھا پس آپ کے رب نے ارادہ فرمایا کہ وہ دونوں بچے اپنی جوانی کو پہنچیں اور نکال لیں اپنا دفینہ یہ (ان پر) ان کے رب کی خاص رحمت تھی اور (جو کچھ میں نے کیا) میں نے اپنی مرضی سے نہیں کیا یہ حقیقت ہے ان امور کی جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا (۱۸/۸۰ تا ۸۲ * ت: ضیا)

۸۰۔ وہ جو لڑکا تھا اس کے ماں باپ مسلمان تھے تو ہمیں ڈر ہوا کہ وہ ان کو سرکشی اور کفر پر چڑھا دے (الخ) اور (اس کے ماں باپ) اس کی محبت میں دین سے پھر جائیں اور گمراہ ہو جائیں اور حضرت خضر کا اندیشہ اس سبب سے تھا کہ وہ باعلام الٰہی اس (لڑکے) کے حال باطن سے واقف تھے۔ حدیث مسلم میں ہے کہ یہ لڑکا کافر ہی پیدا ہوا تھا امام سبکی نے فرمایا کہ حال باطن کو جان کر بچے کو قتل کر دینا حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے انہیں اس کی اجازت تھی اگر کوئی ولی کسی بچے کے ایسے حال سے واقف و مطلع ہو تو اس کو قتل جائز نہیں ہے۔ کتاب عرائس میں ہے کہ جب حضرت خضر علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے ستھری جان کو قتل کر دیا تو یہ بات حضرت خضر کو گراں گزری اور انہوں نے اس لڑکے کا کندھا توڑ کر اس کا گوشت چیرا تو اس کے اندر لکھا ہوا تھا کافر ہے کبھی اللہ پر ایمان نہ لائے گا۔ (جمل) (حاشیہ کنز الایمان)

۸۱۔ پس ہم نے چاہا، حضرت خضرؑ نے جمع کا صیغہ بول کر اپنے ساتھ ارادہ کرنے میں اللہ کو شریک بنا لیا اور ظاہر ہے
کہ اللہ کے ارادے کا تعلق اللہ کے فعل سے ہو سکتا ہے لیکن خضر کے ارادے کا تعلق اللہ کے فعل سے ہو جانا
یا ناممکن ہے خضر کے ارادے سے اللہ کا فعل نہیں ہو سکتا اس لئے ارادہ کا معنی اس جگہ حقیقی نہیں بلکہ چاہنا مراد ہے*
کہ ان کا رب (اس لڑکے کا) عوض عطا فرمائے اول لڑکے کو ہلاک کرنے کی جگہ دوسرے لڑکے کو پیدا کر دینا،
پہلے لڑکے کے ہلاک ہونے کا معاوضہ اور بدل تھا اور ہلاک کرنے کے مرتکب حضرت خضرؑ تھے مگر دوسرے لڑکے
کو پیدا کرنا خالص اللہ کا کام تھا اس میں حضرت خضرؑ کا یا کسی کو دخل نہ تھا اس لئے تبدیل فعل کی نسبت
خالص اللہ کی طرف کی ہے* جو اس سے زیادہ (گناہوں اور بدکاریوں سے) پاک ہو اور (ماں باپ پر) مہربانی
اور رحم کرنے کے لحاظ سے (والدین سے) قرابت رکھنے والا ہو۔ رحم بمعنی رحمت ہے۔ بعض علماء نے
رُحم کو رَحِم سے مشتق مان کر قرابت ترجمہ کیا ہے۔ قتادہ نے بڑا صلہ رحم کرنے والا اور ماں باپ کا
بڑا فرمانبردار خدمت گزار۔ بغوی نے کلبی کا قول نقل کیا ہے کہ اللہ نے اس لڑکے کے عوض اس کے والدین کو ایک
لڑکی عطا فرمائی جس سے ایک پیغمبر نے نکاح کیا اور اس کے بطن سے ایک نبی پیدا ہوا جس نے ایک امت کو ہدایت
یافتہ بنا دیا۔ حضرت جعفر بن محمد نے فرمایا اللہ نے والدین کو ایک لڑکی دی جس کی نسل سے ستر پیغمبر پیدا ہوئے
مطرف نے کہا جب وہ لڑکا پیدا ہوا تھا تو اس کے ماں باپ بہت خوش ہوئے تھے پھر جب وہ قتل ہو گیا
تو والدین کو غم ہوا اگر وہ زندہ رہتا تو ماں باپ کی تباہی یقینی تھی آدمی کو چاہئے کہ اللہ کے حکم پر
راضی رہے اللہ مومن کے لئے ناگوار فیصلہ کرتا ہے تب بھی مومن کے لئے اس بات سے بہتر ہوتا جو وہ اپنے
لئے پسند کرتا ہے۔ مومن پر لازم ہے کہ وہ اپنی پسند نا پسند دونوں میں اللہ کی مخفی تدبیر سے ڈرتا رہے
اس کی رحمت کا امیدوار رہے اور اسی کی پناہ کا طلبگار رہے، اللہ کے حکم پر اعتراض نہ کرے ہر حال
میں اس کے فیصلہ پر راضی رہے۔ (تفسیر مظہری)

۸۲۔ خزانہ یعنی روپیہ اشرفیاں بعضوں نے کہا ایک تختی سونے کی بعضوں نے کہا علم کی کتابیں مراد ہیں۔ حدیث میں
ہے اگلی امتوں کے لئے خزانہ گاڑنا درست تھا اور یہ خزانہ سونے چاندی کا تھا* ان یتیم بچوں کا باپ
(یا دادا) نیک بخت شخص تھا تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کی اولاد پر رحم کیا اور ان کو تباہی سے بچا لیا۔
کہتے ہیں یہ دادا ان کا ساتویں پشت یا دسویں پشت کا دادا تھا اور جولاہے کا پیشہ کرتا تھا۔ حدیث میں ہے کہ
آدمی کی نیک بختی سے اللہ تعالیٰ اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد اور اس کے محلہ والوں اور آس پاس رہنے
والوں کو بھی نیک کرتا ہے اور ان کی محافظت کرتا ہے بعضوں نے کہا کہ سات پشتوں تک نیک بختی
کا اثر رہتا ہے* اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ دونوں یتیم بچے جوان ہو جائیں اور اپنا خزانہ نکال لیں، اگر ابھی دیوار
گر پڑتی تو دوسرے لوگ ان کا خزانہ لے لیتے۔ (تفسیر وحیدی)

لغوی وضاحت ✱ خَشِینَا : ہم ڈرے۔ خشیۃٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ▲ طُغْیَانًا : سرکشی، شرارت، نافرمانی، گمراہی۔ اصل میں "طغیان" کے معنی نافرمانی اور معصیت کرنے میں حد سے بڑھ جانے کے ہیں۔ یہ مصدر ہے اس کا فعل جب واوی ہوتا ہے تو باب نصر سے آتا ہے۔ اور جب یائی ہوتا ہے تو فتح سمع دونوں سے آتا ہے ▲ اَقْرَبَ : زیادہ نزدیک، زیادہ قریب۔ قُرْبٌ سے جس کے معنی نزدیک ہونے کے ہیں افعل التفضیل کا صیغہ۔ قرب اور بعد دو متقابل صفتیں ہیں۔ قرب کا استعمال قرآن مجید میں کبھی باعتبار مکان کے ہوا ہے اور کبھی باعتبار زمان کے کبھی باعتبار رشتے کے قریب ہونا مراد ہے اور کبھی باعتبار درجے کے کسی جگہ باعتبار رعایت و حفاظت کے قرب کا ذکر ہے اور کسی مقام پر باعتبار قدرت کے نیز اللہ کے قریب ہونے کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنے فضل و رحمت سے متوجہ ہے ▲ کَنْزٌ : مصدر ہے۔ بمعنی مال جمع کرکے رکھ چھوڑنا۔ سونا چاندی یا مال کثیر۔ (لغات القرآن)

معلومات مزید ✱ لڑکے کے قتل کی بابت حضرت خضرؑ نے واضح فرمایا کہ اس لڑکے کے والدین مومن و صالح تھے اور اگر یہ بڑا ہو کر بڑا ہوتا تو وہ اپنے ماں باپ پر اثر انداز ہوتا کیونکہ اس کے والدین اسے بہت چاہتے تھے سو یہ اندیشہ ہوا کہ یہ اپنے کفر و سرکشی کی بدولت کہیں ماں باپ کو بھی بے دین نہ بنا دے۔ لہٰذا یہ کیا کہ اس کا قصہ ہی پاک کر دیا ● اللہ نے اس لڑکے کے خاتمے کے بدلے ان کے ماں باپ کو نعم البدل عطا کیا جو دین میں اس لڑکے سے زیادہ بہتر اور ماں باپ سے محبت اور ان کی اطاعت میں اس سے زیادہ فائق تھا۔ بعضوں نے کہا اس لڑکے کے بدلے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک اور لڑکا دیا جو نیک بخت اور بہتر تھا اور ماں باپ کا مطیع اور فرمانبردار تھا۔ بعضوں نے کہا اس لڑکے کے بدلے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک لڑکی دی اور اس نے ایک پیغمبر سے نکاح کیا اس کا لڑکا بھی پیغمبر ہوا ● دیوار کو گرنے سے روکنے اور اسے سیدھا مضبوط کر دینے کی حکمت بیان کرتے ہوئے حضرت خضرؑ نے کہا کہ یہ دیوار درحقیقت دو یتیم لڑکوں کی تھی جن کے نام اصرم اور صریم تھے جو انطاکیہ نامی شہر کے باسی تھے اس دیوار کے نیچے ایک سونے چاندی یا مال و دولت کا خزانہ تھا جو ان کے امانت دار صالح باپ جس کا نام کاشح تھا کی ملکیت تھا اور وہ وفات پا چکا تھا لہٰذا یہ خزانہ ان نابالغ بچوں کا تھا اگر دیوار گر پڑتی تو دوسرے لوگ اس خزانے کو ہتھیا لیتے لہٰذا خزانے کی حفاظت کی خاطر دیوار کو گرنے سے روکا گیا مروی ہے کہ اس دیوار کے نیچے ایک سونے کی تختی تھی جس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا تھا اور علم و حکمت کی باتیں مرقوم تھیں ●

وَيَسْـَٔلُونَكَ عَن ذِى ٱلْقَرْنَيْنِ ۖ قُلْ سَأَتْلُوا۟ عَلَيْكُم مِّنْهُ ذِكْرًا ۝ إِنَّا مَكَّنَّا لَهُۥ
فِى ٱلْأَرْضِ وَءَاتَيْنَٰهُ مِن كُلِّ شَىْءٍ سَبَبًا ۝ فَأَتْبَعَ سَبَبًا ۝ حَتَّىٰٓ إِذَا بَلَغَ
مَغْرِبَ ٱلشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِى عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَوَجَدَ عِندَهَا قَوْمًا ۗ قُلْنَا
يَٰذَا ٱلْقَرْنَيْنِ إِمَّآ أَن تُعَذِّبَ وَإِمَّآ أَن تَتَّخِذَ فِيهِمْ حُسْنًا ۝

اور تم سے ذوالقرنین کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ میں تمہیں اس کا مذکور پڑھ کر سناتا ہوں * بیشک ہم نے اسے زمین میں قابو دیا اور ہر چیز کا ایک سامان عطا فرمایا * تو وہ ایک سامان کے پیچھے چلا * یہاں تک کہ جب سورج ڈوبنے کی جگہ پہنچا اسے ایک سیاہ کیچڑ کے چشمے میں ڈوبتا پایا اور وہاں ایک قوم ملی ہم نے فرمایا اے ذوالقرنین یا تو تو انہیں عذاب دے یا ان کے ساتھ بھلائی اختیار کرے۔ (۱۸/۸۳ تا ۸۶ * ت: ک)

۸۳۔ اور وہ "یہود یا مکہ کے مشرک بطور امتحان" آپ سے ذوالقرنین کے متعلق سوال کر رہے ہیں ۝ بغوی نے لکھا ہے کہ بعض محققین کے نزدیک ذوالقرنین کا نام مرزبان بن مرزبہ تھا جو یونانی تھا اور یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے تھا۔ بعض نے کہا کہ وہ رومی تھا اور سکندر بن فیلبس بن فیلوقوس نام تھا۔ موخر الذکر قول راجح ہے۔ وہب بن منبہ جو بڑا تاریخ دان تھا نے کہا ہے کہ ذوالقرنین رومی اور اپنی ماں کا اکلوتا فرزند تھا ذوالقرنین کا نام سکندر تھا۔ ابن المنذر نے قتادہ کا قول نقل کیا ہے کہ سکندر ہی ذوالقرنین تھا۔ بغوی رقمطراز ہیں کہ ذوالقرنین کے نبی ہونے کے متعلق اختلاف ہے بعض کا دعویٰ ہے کہ وہ نبی تھا۔ ابو الطفیل کا بیان ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ذوالقرنین کے متعلق دریافت کیا گیا کہ وہ نبی تھے یا بادشاہ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جواباً فرمایا کہ وہ نہ نبی تھے نہ بادشاہ بلکہ ایک ایسا بندہ تھا جو اللہ سے بہت محبت کرتا تھا اللہ کا مخلص فرمانبردار تھا اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے خیر سے نوازا سالم بن ابی الجعد سے بھی ایسا ہی مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ ذوالقرنین اللہ کا مخلص فرمانبردار بندہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس کے خلوص کی قدردانی کی۔ مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے سنا ایک شخص دوسرے کو ذوالقرنین کہہ کر پکار رہا ہے۔ فرمایا پیغمبروں کے ناموں پر اپنے نام رکھتے ہو تم نے قناعت نہیں کی اب فرشتوں کے ناموں پر اپنے نام رکھنے لگے۔ اکثر علماء کا خیال ہے کہ ذوالقرنین ایک عادل نیک بادشاہ تھا ذوالقرنین کی وجہ تسمیہ کے بارے یہ اقوال ملتے ہیں۔
۱۔ آفتاب کے دو کنارے ہیں مشرق و مغرب ذوالقرنین دونوں کناروں تک جا پہنچا تھا۔ ۲۔ روم اور فارس

کا بادشاہ تھا۔ ۳۔ روشن و تار کے علاقوں (شاید بلاد افریقہ سوڈان ایریٹریا) میں داخل ہوا۔ ۴۔ خواب دیکھا
تھا کہ آفتاب کے دونوں کنارے پکڑ لیے ہیں۔ ۵۔ دو خوبصورت گیسو (قرن) تھے۔ ۶۔ اس کے دو سینگ
(سر پر دو ابھار) تھے جنہیں عمامہ سے چھپا کے رکھتا * رکھا۔ اور وجہ تسمیہ حضرت علی سے منقول ہے کہ
آپ نے اپنی قوم سے اللہ سے ڈرنے کی بات کی۔ قوم والوں نے علی الترتیب داہنی بائیں جانب ماری جس سے
وہ مر گیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر بار اسے زندہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ارشاد فرمایا کہ اے محبوب!
آپ کہہ دیجئے کہ اے سائلو! میں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس کے بارے میں بیان فرمایا ہے اس کا کچھ تذکرہ تمہارے سامنے
تلاوت کرتا ہوں۔ بحوالہ (تفسیر مظہری۔ ت)

۸۴۔ انا مکنا سے تمہید کے بعد قصہ شروع ہوتا ہے کہ ہم نے ذوالقرنین کو دنیا پر قابو دیا تھا اور ہر ایک قسم کا ساز و سامان
اس کو ملا تھا جس سے وہ مشرق و مغرب تک فتوحات حاصل کرتا ہوا چلا گیا (اگرچہ جب سے علم تاریخ
مدون ہوا تب سے ایسے ساز و سامان جو اب ہیں دکھائی جا رہے نہیں جانے مگر تواریخ
سے پہلے غیر معلوم زمانے میں جانے کیا کیا صنعتیں تھیں جو دب گئیں جن کے بعض آثار قدیم خرابات
کے کھودنے سے برآمد ہوتے ہیں) (تفسیر حقانی)

۸۵۔ اور امور سلطنت کے تمام اسباب سامان ضروریات مقصود ان کو عطا کر دیں اور دنیا کی ہر چیز کے
آلات و ہتھیار و سہولیات ہم نے ہی ذوالقرنین کو دیں تو ان ہی اسباب و ذرائع کے پیچھے چل کر وہ دنیا کے
ملکوں پر ملک فتح کرتے چلے گئے۔ (اشرف التفاسیر)

۸۶۔ وہ ایک راستہ پر چل پڑے اور مغرب کا رخ کیا یہاں تک کہ وہ زمین کی اس مغربی سمت کی انتہا
تک پہنچ گئے۔ یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ زمین کی مغربی سمت مراد ہے نہ کہ آسمان کا وہ حصہ جہاں سورج
غروب ہوتا ہے کیونکہ وہاں تک پہنچنا ناممکن ہے۔ انتہائے مغرب میں پہنچ کر انہیں سورج کا منظر
یوں دکھائی دیا کہ وہ بحر محیط میں ڈوب رہا ہے۔ حَمِئَة حَمَأة سے مشتق ہے جس کا معنی چکنی مٹی
تفسیر ابن جریج میں وَّوجد عندھا قوما کے تحت ذکر ہے کہ وہاں ایک شہر تھا جس کے بارہ ہزار دروازے
تھے اگر اس شہر کے مکینوں کا شور و غل نہ ہوتا تو وہ غروب آفتاب کی آہٹ تک سن لیتے۔ قلنا یٰذا القرنین
... سے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کو اس بستی پر کامل اقتدار عطا فرمایا اور یہاں کے رہنے والوں
پر پورا پورا تسلط مرحمت فرما دیا۔ اس نے یہ اختیار دیدیا کہ اگر وہ چاہیں تو ان بستی والوں کو قتل کر دیں
اور قید میں ڈال دیں اور اگر چاہیں تو ان سے حسن سلوک کریں تاکہ ہر طرف ان کے عدل اور احسان کی شہرت
پھیل جائے۔ (تفسیر ابن کثیر)

تشریحی اشارے * ذالقرنین : ذوالقرنین اس جلیل القدر صالح بادشاہ کا لقب ہے جس کا قصہ

سورہ کہف میں بھی مذکور ہے ▲ **ذِکْرًا** : ذکر یاد ، نصیحت ، بیان ۔ ذکر یذکرُ کا مصدر ہے ۔ ذکر یوں کبھی تو اس سے نفس کی وہ حیثیت مراد لی جاتی ہے کہ جس کے ذریعہ انسان جو کچھ معرفت حاصل کرے اس کا یاد رکھنا ممکن ہو اور یہ حفظ ہی کی طرح ہے مگر حفظ باعتبار اس کے حصول کے بولا جاتا ہے اور ذکر باعتبار اس کے استحضار کے (یعنی حفظ یاد کرنے کے لئے) اور کبھی ذکر کسی چیز کے دل میں یا گفتگو میں یاد آجانے کے لئے بھی بولا جاتا ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ ذکر دو ہیں ذکر قلبی ، ذکر لسانی ۔ اور پھر دونوں میں ہر ایک کی دو قسمیں ہیں ۔ ایک بھولے پیچھے یاد آنا ، دوسرے بغیر بھولے یاد رہنا بلکہ دائمی یاد رکھنا ۔ نیز ہر قول یعنی گفتگو اور حکایت کو بھی ذکر کہا جاتا ہے (امام راغب) ▲ **سَبَبًا** : سبب ، رسی ، سامان ، ذریعہ ۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں ہر وہ رسی جو اوپر سے ڈالی جائے "سبب" ہے ۔ خالد بن جنبہ کے نزدیک جو مضبوط اور لمبی رسی ہو وہ سبب ہے اور جب تک اس کے ذریعہ اترا چڑھا نہ جائے سبب نہیں کہلاتی اور بعض کا قول ہے کہ اس وقت تک "سبب" سے موسوم نہیں ہوتی جب تک کہ وہ ایک طرف چھت یا اسی قسم کی کسی مقام میں لٹکی نہ ہو (تاج العروس) ▲ **حَمِئَةٍ** : کیچڑ والا ۔ دلدل والا ۔ حمأ سے جس کے معنی کیچڑ اور دلدل ہونے کے ہیں ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ▲ **حُسْنًا** : اچھا ، عمدہ ، خوب ۔ حُسنٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہر خوش کن اور پسندیدہ چیز حسن کہلاتی ہے اس کی تین قسمیں ہیں (۱) وہ چیز جو عقل کے لحاظ سے حسن ہو (۲) وہ جو خواہش کے لحاظ سے پسندیدہ ہو (۳) وہ جو محسوس ہونے میں عمدہ معلوم ہو (لغات القرآن)

مفہوم آیات نمبر [illegible] ★ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! یہ لوگ یعنی یہود اور مشرکین قریش آپ سے ذوالقرنین کے متعلق دریافت کرتے ہیں (ان کا یہ پوچھنا شاید بغرض معلومات تھا یا یہ محض امتحان و آزمائش کے لئے تھا) بہر حال آپ ان سے فرما دیجئے کہ میں ابھی تمہارے سامنے اس کا کچھ ذکر بیان کرتا ہوں ● اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ہم نے ذوالقرنین کو اپنے کرم سے زمین میں اقتدار و حکومت ، مال و دولت ، ساز و سامان کے ساتھ استقلال عطا کیا تھا یعنی ہمارا اس پر کرم تھا کہ اسے ہر طرح سے نواز کر جا رہا تھا ● آخر اس نے ایک سامان کیا ہم نے اسے ایک خاص راہ پر گامزن کر دیا تھا تب کہ اس نے پہلے اس ملک و علاقہ کو دیکھنا چاہا جہاں سورج غروب ہوتا ہے یعنی مشرق سے مغرب کی طرف وہ اپنے خاص سامان کے ساتھ چلتے تھا اور انتہا تک پہنچ گیا ● ذوالقرنین جب مغرب کی سمت بڑھتے گئے تو انتہا درا ہمور نے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ وسائل سے ملکوں پر ملک فتح کرتے اور اپنے پرچم لہراتے گئے یہاں تک کہ اس مقام تک آ گئے جہاں آبادیوں کا اختتام ہوتا ہے وہاں کیچڑ و دلدل یا گدلے پانی کا چشمہ سا تھا یا وہ سمندر کی جگہ تھی جہاں دور سے دیکھنے پر نیچے سیاہ نظر آتا ہے وہاں اسے لگتا ہے کہ سورج اسی جگہ غروب ہو رہا ہے [illegible] دور سے دیکھنے والوں کو ایسا محسوس ہوتا ہے لیکن سورج اپنے فلک پر ہی ہوتا ہے یہ تو نظروں سے اوجھل ہوتا ●

قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ۝
وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ࣙالْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا
يُسْرًا ۝ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ۝ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ
عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ۝

اس ـ ذوالقرنین ـ نے کہا کہ جو (ان میں) ظالم ہے اس کو تو ہم سزا ہی دیں گے پھر وہ اپنے رب کے پاس روانہ ہوگا پھر تو وہ اسے اور بھی سخت سزا دے گا * اور جو کوئی ایمان لایا ہوگا اور اس نے نیکی بھی کی ہوگی تو اس کو (خدا کے پاس بھی) نیک بدلہ ملے گا اور ہم بھی اپنے معاملہ میں اس کو آسان ہی حکم دیں گے * بار دگر اس نے تیاری کی * یہاں تک کہ جب آفتاب نکلنے کی جگہ (یعنی مشرق میں) پہنچا تو اس نے آفتاب کو ایک ایسی قوم پر طلوع کرتے ہوئے پایا جن کے لئے ہم نے آفتاب سے بچنے کے لئے کوئی اوٹ نہ بنائی تھی ۔
(۱۸/۸۷ تا ۹۰ * ت : ح)

۸۷ ـ حضرت ذوالقرنین نے پیغام الٰہی سن کر اپنے لشکر کو خطاب فرمایا کہ اس قوم کو ایمان کی تبلیغ کرو جو شخص اپنے کفر پر اڑا رہے ضد کرے ہماری تبلیغ نہ مانے تو ہم اسی دنیا میں بھی اس کو ایسی سزا دیں گے جو شدید ہوگی یا قتل کر دیں گے پھر وہ کفر پر مرنے کی وجہ سے اپنے رب تعالیٰ کی طرف اسی بدنصیبی کی حالت میں لوٹے گا کہ رب تعالیٰ اس کو ذلت آمیز سخت دائمی عذاب دے گا ۔ اس بات سے بھی ان کفار کو آگاہ کر دو تاکہ کسی قسم کا عذر یا غفلت میں نہ رہیں ۔ (اشرف التفاسیر)

۸۸ ـ اور جو ایمان لایا اور نیک کام کیا تو اس کا بدلہ بھلائی ہے یعنی جنت دائمی مستقر ہے ہم اسے آسان کام کہیں گے اور اس کو ایسی چیزوں کا حکم دیں گے جو اس پر سہل ہوں دشوار نہ ہوں (حاشیہ کنز الایمان)

● نیک کام کرنے سے مراد ہے تقاضاء ایمان کے موافق عمل کرو ۔ " اور ہم اپنے برتاؤ میں اس کو ایسی آسان بات کہیں گے " یُسر آسان سہولت والا جو دشوار نہ ہو ۔ مجاہد نے یُسراً کا ترجمہ کیا ہے معروفاً اچھا بھلا ۔ اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کو (براہ راست) خطاب کیا اور وحی بھیجی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ نبی تھے یا صاحب وحی تھے ۔ بغوی نے لکھا ہے کہ صحیح ترین بات یہ ہے کہ ذوالقرنین نبی نہیں تھے اور وحی سے مراد اس جگہ الہام ہے (جیسا کہ اولیاء اللہ کو ہوتا ہے) علامہ قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ ممکن ہے کسی پیغمبر کی معرفت ذوالقرنین کو ـ

بیان ہم علامہ اور بعض انبیاء بنی اسرائیل میں سے اس کے ساتھ کسی نبی کو اس کی اصلاح اور درستگی قائم رکھنے کے لئے دیا گیا تھا۔

۸۹۔ پھر وہ (مشرق کی طرف جانے والے) راستہ پر پیچھے لگا۔ (تفسیر مظہری)

۹۰۔ یہاں تک کہ مطلع آفتاب تک پہنچا یعنی زمین کی آبادی کی اس حد تک پہنچے جہاں سورج کے طلوع کی سمت سب سے پہلے اسی قوم پر سورج کی کرنیں پڑتی ہیں یعنی از جانب مشرق کی وہ حد جو عمارات زمین کا ابتداء ہے۔ ف: بعض روایات میں ہے کہ مغرب الشمس سے مطلع الشمس تک بارہ سال اور بعض روایات میں اس سے کم مدت میں پہنچنا مذکور ہے۔ اتنی بڑی مسافت کو ظاہری امکانات سے نہیں طے فرمایا تھا بلکہ روحانی طاقت کے ذریعہ جو اسے اللہ تعالیٰ نے بخشی تھی طے فرمایا۔ بادلوں کو آپ کا تابع کر دیا گیا۔ اور دوسرے اسباب بھی آپ کو عنایت ہوئے تھے * سورج کو پایا ایسی قوم پر طلوع ہوتا ہوا جو بالکل ننگے دھڑنگے تھے جن کے لئے سورج اور ان کے درمیان ہم نے کوئی آڑ نہ بنائی تھی یعنی نہ ان پر لباس تھا اور نہ وہ کسی مکان میں چھپ کر رہتے تھے اس لئے کہ ان کی زمین اتنی نرم ہے کہ اس پر مکان نہیں بنائے جا سکتے جب سورج نکلتا ہے تو وہ غاروں میں چھپ جاتے ہیں جب تک سورج ان سے دور نہیں ہوتا وہ غاروں سے نہیں نکلتے جب نکلتے ہیں تو مچھلی کا شکار کر کے سورج کی گرمی سے بھون کر کھاتے ہیں۔ ف: حدادی نے کہا کہ ان کے سروں اور جسموں پر کوئی بال نہیں تھے اور نہ ہی ان کے ابرو پر بال تھے ایسے معلوم ہوتا تھا کہ ان کی کھال اتار دی گئی۔ بالوں کا نہ ہونا سورج کی گرمی کی وجہ سے ہے۔ ف: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ آیت میں اشارہ ہے کہ یہ اسباب کا عالم ہے کوئی بھی کسی شے اور مقصد کو نہیں پہنچ سکتا جب تک اللہ تعالیٰ نہ پہنچائے اور اس کے لئے اسباب نہ بنائے۔ حضرت ذوالقرنین تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسباب بنائے جن کی وجہ سے وہ مغرب و مشرق پہنچے۔ (روح البیان)

لغوی اشارے * نُکْرًا: اسم منکر، نامرغوب، شدید، سخت ▲ صَالِح: نیک، اچھا، بھلا، صلاح سے جس کے معنی نیک ہونے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر صلحاء جمع۔ امام راغب رقمطراز ہیں "صلاح فساد کی ضد ہے یہ دونوں اکثر استعمال میں افعال کے ساتھ مخصوص ہیں قرآن حکیم میں "صلاح" کبھی تو فساد کے مقابل لایا گیا ہے اور کبھی سیئۃ کے ▲ یُسْرًا: صفت مشبہ واحد مذکر مجرور یسر مادہ آسان سہل ▲ مَطْلِعَ: ظرف مکان مفرد۔ طلوع ہونے کی جگہ مطالع جمع۔ طلوع اور مطلع مصدر (باب نصر) برآمد ہونا، چمک جانا، ابھر آنا، سورج کا یا چاند کا یا کسی آدمی کا یا چیز کا دیکھو طلوع الشمس سورج نکلنا۔ مطلع الفجر۔ فجر نکلنا تطلع علی قوم۔ برآمد ہوتا ہے ایک قوم پر طلع البدر علینا ہم پر ماہ کامل چمکا ▲ سِتْرًا: حجاب (ل

مفہومات مزید * ذوالقرنین نے لوگوں پر واضح کر دیا کہ ان میں سے جو کفر و معصیت، شرک و ظلم اور
سرکشی و نافرمانی پر اڑا رہے گا اسے ہم سزا دیں گے۔ اس سلسلہ میں بعض اقوال ملتے ہیں کہ یہ سزا کیا ہوتی
کیسی ہوتی بعض نے کہا کہ یہ سزا قتل تھی اور قول یہ ہے کہ تانبے کا برتن خوب گرم کیا جاتا تھا پھر
ایسے لوگوں کو اس میں ڈال دیتے اور انہیں ختم کر دیا جاتا۔ بعض کہتے ہیں کہ ظالم سپاہی ان پر مسلط کر دیئے
جاتے جو ان مشرکین و کفار کے گھروں میں داخل ہو جاتے اور انہیں انکے گھروں کے اندر گھس کر مختلف
طرح سے سزائیں دیا کرتے۔ عذاباً نکراً سے مراد سخت اذیت ناک شدید عذاب ہے ● اور جو
کوئی اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے گا ایمان پر قائم رہے گا اور اعمال صالحہ کرے گا تو اس کے لئے بہترین بدلہ اور خاص
اللہ تعالیٰ کے پاس موجود و محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال صالحہ کا عمدہ اجر عطا فرمائے گا اخروی الحسنیٰ
بالخصوص جنت اسے عطا کی جائے گی اور اس دنیا میں بھی اس کے لئے آسان اور سہل احکام ہوں گے
جنہیں وہ سہولت سے بجا لا سکے گا۔ ایسے احکام جاری ہوں گے جن میں سختی اور تکلیف سے دور رکھا جائے گا۔
● پھر وہ ضروری سامان کے ساتھ مغرب سے مشرق کی طرف جانے والے راستہ کو اختیار کیا ● وہ چلتے چلتے مشرقی
سمت کے انتہائی علاقے تک پہنچ گیا جہاں انسانی آبادی کا آخری سرا تھا اور جو مطلع الشمس سے موسوم
تھا جہاں سورج کی اولین کرنیں ایک ایسی قوم پر پڑتی ہیں جو لباس و مکان سے بیگانہ تھی۔ وہ لوگ
نہ تو اپنے بدن کو لباس یا کسی اور چیز سے ڈھانکتے تھے اور نہ رہنے کے لئے ان کے پاس مکان تھے کھلے
میدانوں میں بسر کرتے جب سورج طلوع ہونے کا وقت آتا تو وہ غاروں میں پناہ گزیں ہو جاتے کیونکہ
کرنوں کی تمازت ان کے لئے ناقابل برداشت ہوتی البتہ جب سورج کچھ دور ہو جاتا اور اس
کی دھوپ سے حرارت کا خدشہ کم ہو جاتا تو وہ باہر آتے اور دریا میں مچھلی کا شکار کرتے اور ایسے
سورج کی دھوپ میں بھون کر کھا لیا کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اور سورج کے درمیان کوئی پردہ نہیں بنایا تھا ●

1800

كَذٰلِكَ ۖ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ۝ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ۝ حَتّٰى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ
وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ۝ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ
يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ
بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ۝

یہ اسی طرح ہے اور جو کچھ ان کے پاس تھا اس کی ہم کو پوری خبر ہے * پھر وہ ایک (اور) راہ پر چلے * یہاں تک کہ جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچے تو ان کے ادھر ایک قوم کو پایا جو گویا کوئی بات ہی نہیں سمجھتے تھے * ان لوگوں نے کہا کہ اے ذوالقرنین (قوم) یاجوج وماجوج (اس) سرزمین میں بڑا فساد مچاتے ہیں۔ تو کیا ہم آپ کے لئے کچھ سرمایہ جمع کر دیں جس سے آپ ہمارے اور ان کے درمیان کوئی روک بنا دیں۔

(۱۸/۹۱ تا ۹۴ * ت : م)

۹۱۔ مجاہد اور سدی کے نزدیک "خبر" کا معنی علم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے ہر اس چیز کا جو اس کے پاس تھی اپنے علم سے احاطہ فرمایا ہے۔ ذوالقرنین اور ان کے لشکر کے حالات پر پوری طرح مطلع ہیں اور ان کی کوئی چیز ہم پر مخفی نہیں اگرچہ وہ زمین کے دور دراز علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر)

۹۲۔ پھر اس نے ایک اور سامان کیا۔ یعنی پھر ذوالقرنین فتوحات کرتے ہوئے مشرق کی سمت میں روم کی طرف روانہ ہوئے (تفسیر ابن عباسؓ۔ اردو ترجمہ)

۹۳۔ یہاں تک کہ اپنے دارالخلافہ علاقہ ایران کے شہر ہمدان سے جانب شمال دو ایسے پہاڑی سلسلے کے پاس راستے کا تمام علاقہ فتح کرتے ہوئے پہنچے یہاں ایک طرف آرمینیہ کا پہاڑ ہے دوسری طرف آذربائیجان۔ ان کے درمیان بہت دراز کھلا راستہ ہے جس کے پار منگولیا اور بے آباد کھلا ہوا علاقہ ہے۔ اس راستے کو دونوں پہاڑوں میں تقسیم کیا تو سدین کہا گیا۔ ان دونوں پہاڑوں کے پاس ایک ایسی قوم کو آباد پایا وہ قوم سکندر اور ان کے لشکر کی زبان نہ جانتی تھی لیکن سکندر ان کی زبان جانتے تھے یا معنی یہ ہے کہ وہ قوم عقل اور سمجھ داری نہیں رکھتی تھی (اشرف التفاسیر)

۹۴۔ اس قوم کے لوگوں نے اپنے ترجمان کے ذریعہ "شکایت" کیا۔ بعض کہتے ہیں سکندر اعظم تمام لغات جانتا تھا اس لئے انہوں نے براہ راست شکایات پیش کی۔ اے ذوالقرنین یاجوج وماجوج ہمارے علاقے میں قتل وغارت وتخریب مچاتے اور کھیتی وغیرہ کو ضائع کر کے بڑا فساد ڈالتے ہیں

۔ تو کیا ہم آپ کے لئے اپنے مالوں سے چندہ جمع کریں یعنی وہ مال جو ہم آپ کے لئے نکالیں گے وہ آپ
نذر کر دیں اس شرط پر کہ آپ ہمارے اور ان کے بیچ دیوار تیار کریں جو انہیں ہم تک پہنچنے میں
مانع اور آڑ بن جائے ۔ (ف) یاجوج و ماجوج کا طریقہ تھا کہ موسم ربیع میں اپنے غاروں سے نکل کر سبز
کھیتوں کو کھا جاتے اور خشک کو روند کر تباہ و برباد کر ڈالتے تھے اور بعض اوقات انسانوں کو بھی کھا جاتے اور
جانوروں کو تو بالکل نہ چھوڑتے جب جانوروں کو کھا لیتے تو پھر انسانوں کو اپنا لقمہ بنانے لگتے ۔ وہ
تمام بیماریوں سے بری ہو کر نکلتے اور ان کی عمریں لمبی لمبی ہوتیں جب تک ان کا ایک ایک اپنی اولاد کی
اولاد سے کامل ایک ہزار پیدا نہ کرتا اس پر موت نہ آتی ۔ اسی لئے حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ آدم
علیہ السلام کی اولاد سے دس گنا زائد ہیں * وہ کئی قسم کے ہیں ان میں سے کسی کا قد تو ایک سو بیس گز
ہوتا ہے اور بعض کے قد صرف ایک بالشت ہیں ۔ ان کے اجسام عرضاً اور طولاً برابر ہیں بعض ان میں سے
کانوں والے ہیں پاؤں تک کہ ایک نیچے اور دوسرا اوپر کو ہو جاتا ہے ان کے بال اتنے لمبے ہیں کہ ان سے
اپنے جسموں کو ڈھانپ لیتے ہیں انہیں بالوں کی وجہ سے نہ انہیں گرمی محسوس ہوتی ہے اور نہ ہی سردی ۔ ان بالوں
کو بکھرے ہوئے رکھتے ہیں نہ انہیں گوندھتے ہیں نہ ہی باندھتے ہیں ۔ بھیڑیوں کی طرح آوازیں مارتے ہیں
اور جانوروں کی طرح وطی کرتے ہیں ان کے ہاتھوں میں چنگل ہیں اور درندوں کی طرح ان کی داڑھیں ہیں ان
سے جو آواز نکلتی ہے وہ ایسی ہوتی ہے جیسے اونٹوں کے حلقوں میں قلقلہ ہو ان کے آگے ہاتھی خنزیر شتر
وغیرہ اسی طرح کے دوسرے جانور جو بھی آئے سب کو کھا جاتے ہیں ان میں جو مر جائے اسے بھی چٹ کر جاتے
ہیں حشرات سانپ بچھو سب ان کا لقمہ بن جاتے ہیں ۔ (روح البیان)

لغوی اشارے * اَحَطْنَا : ہم نے گھیر لیا ، ہم نے معلوم کر لیا ۔ احاطۃٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ▲
لَدَیْہِ : لدی مضاف ہ ضمیر مذکر غائب مضاف الیہ ۔ اس کے پاس ▲ خُبْرًا : دانش ، سمجھ ،
خبر ، خبرداری خبر یخبر مصدر ہے ▲ سَدَّیْنِ : دو پہاڑ ، دو آڑ سَدٌّ کا تثنیہ بحالت نصب و جر ▲
یَکَادُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع ۔ یکاد واحد مثبت : وہ قریب ہیں ۔ منفی : وہ قریب بھی نہیں
▲ یَفْقَهُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع مرفوع مثبت : فقہٌ سے وہ سمجھیں ، سمجھتے ہوں ، سمجھ رکھتے
ہوں سمجھیں وہ سمجھتے ہوئے جان لیتے ۔ منفی : وہ نہیں سمجھتے ، وہ سمجھنے کے پاس بھی نہیں ہیں ، وہ
وہ نہیں سمجھ سکتے ، وہ بے سمجھ ہیں ، سمجھ نہیں رکھتے ▲ یَاْجُوْجَ مَاْجُوْجَ : الگ الگ گروہ ہیں ▲
سَدًّا : آڑ ، حائل ، دیوار ، دو چیزوں کے درمیان آڑ اور حائل کو سَدٌّ کہا جاتا ہے ۔ اصل میں یہ سَدَّ
یَسُدُّ کا مصدر ہے جس کے معنی رخنہ کو استوار کرنے اور خلل کو بند کرنے کے ہیں ۔ دیوار ، پہاڑ اور بند یا جن کو
یہ صفت موجود ہے اس لئے ان کے لئے بھی سد کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے (لغات القرآن)

تفہیمات مزید ✱ اسی طرح سے یعنی اب بھی اس نے وہاں یہی کیا یا ایسا ہی ہوا۔ اور ہم کو خوب معلوم ہے جو
سامان اس کے پاس تھا۔ یا ہم جانتے ہیں جو حال اس کا گزرا۔ قرآن حق تعالیٰ کہتا ہے کہ ہم کو اس کا حال
خوب معلوم ہے کیوں کہ ہم نے ہی اسے پیدا کیا اور ہم ہی نے اسے ہر چیز سے نوازا اور سامان عطا کئے
تاریخ دانوں سے زیادہ اس کے قریبی لوگوں سے زیادہ ہم اس کا حال صحیح طور پر جانتے ہیں ● پھر اس نے ایک اور
سامان کیا یعنی رخت سفر باندھا اور اس راہ پر گامزن ہوا جو مشرق اور مغرب کے درمیان یعنی شمال
کی سمت تھی ● ذوالقرنین سفر کرتے ہوئے وہ پہنچا جہاں دو بڑے پہاڑ ایک دوسرے کے مقابل کھڑے تھے
ان پہاڑوں کے بیچ میں ایک گھاٹی تھی جو آمد و رفت کے کام آیا کرتی تھی وہاں ذوالقرنین نے ایک ایسی قوم
کو پایا جن کی زبان اور جو دوسروں کے ناقابل فہم تھی لیکن ذوالقرنین کئی زبانوں سے واقف تھا اور
اس قوم کی بولی کو جانتا سمجھتا تھا ان کے احوال ان کی زبان یا اشاروں سے سمجھ سکتا تھا اور ادھر اس قوم کا
وسیلہ ماجرا تھا وہ سکندر اعظم ذوالقرنین یا اس کے لشکر عظیم کی زبان سے لاعلم تھے یا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ
وہ عقل و شعور سے دور تھے۔ سمجھدار نہ تھے ● کسی طرح اس قوم کے لوگوں نے اپنی بات ذوالقرنین تک پہنچائی
یا خود بول کر یا اشاروں سے یا کسی ترجمان کے ذریعہ ذوالقرنین سے مدد کے خواستگار ہوئے انھوں نے کہا کہ
یاجوج و ماجوج ہمیں بے حد ستاتے ہیں لوٹ مار قتل و غارت گری اور توڑ پھوڑ مچا کر اس علاقہ کو تباہ کرتے
رہتے ہیں ہمارے جانور، کھیتوں اور اشیاء خوردنی کو نقصان پہنچا کر دوسری طرف لوٹ جاتے ہیں ہم کچھ مال
اکٹھا کر کے آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں جس سے آپ ہماری حفاظت کے لئے ہمارے اور یاجوج ماجوج
کے درمیان ایک دیوار تعمیر کر دیں تاکہ ہم ان کے ظلم سے محفوظ رہ سکیں یعنی انھوں نے دونوں آبادیوں کے بیچ قیام سد
کی درخواست کی ✱ ترجمان القرآن جلد ۲ میں مرقوم ہے "قرآن میں ہے کہ ذوالقرنین دو پہاڑوں دیواروں کے
درمیان پہنچا اس نے آہنی تختیوں سے کام لیا۔ اس نے برابر کا حصہ پاٹ کر برابر کر دیا۔ پگھلا ہوا تانبا
استعمال کیا ----- درہ داریال کا تمام محل وقوع ٹھیک ٹھیک قرآن کا قصہ حکایت کے مطابق ہے۔ یہ دو پہاڑی
چوٹیوں کے درمیان ہے اور جو سد تعمیر کی گئی ہے اس نے درمیان کی راہ بالکل مسدود کر دی ہے چونکہ
اس کی تعمیر میں آہنی سلوں سے کام لیا گیا ہے اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ جارجیا میں "آہنی
دروازہ" کا نام قدیم سے مشہور چلا آتا ہے اسی کا ترجمہ ترکی میں "دامرکپو" مشہور ہو گیا
بہرحال ذوالقرنین کی آہنی سد یہی ہے ●

قَالَ مَا مَكَّنِّي فِيهِ رَبِّي خَيْرٌ فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ۝
آتُونِي زُبَرَ الْحَدِيدِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا سَاوَىٰ بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انفُخُوا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَعَلَهُ
* فَمَا اسْطَاعُوا أَن يَظْهَرُوهُ وَمَا اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْبًا
نَارًا قَالَ آتُونِي أُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ۝ قَالَ هَٰذَا رَحْمَةٌ مِّن رَّبِّي ۖ فَإِذَا جَاءَ
وَعْدُ رَبِّي جَعَلَهُ دَكَّاءَ ۖ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّي حَقًّا ۝

وہ بولا وہ دولت جس میں میرے رب نے مجھے اختیار دیا ہے وہ بہتر ہے پس تم میری مدد کرو جسمانی مشقت سے میں بنا دوں گا تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط آڑ * تم لے آؤ میرے پاس لوہے کی چادریں (چنانچہ کام شروع ہو گیا) یہاں تک کہ جب ہموار کر دیا گیا وہ خلا جو دو پہاڑوں کے درمیان تھا تو اس نے حکم دیا دھونکو یہاں تک کہ جب وہ لوہا آگ بنا دیا تو اس نے کہا لے آؤ میرے پاس پگھلا ہوا تانبا میں اسے اس پگھلے ہوئے لوہے پر انڈیلوں * سو یاجوج ماجوج بڑی کوشش کے باوجود اسے سر نہ کر سکے اور نہ ہی اس میں سوراخ کر سکے * ذوالقرنین نے کہا یہ میرے رب کی رحمت ہے (کہ اس نے مجھے یہ توفیق بخشی) اور جب آ جائے گا میرے رب کا وعدہ تو وہ اسے ریزہ ریزہ کر دے گا۔ اور میرے رب کا وعدہ (ہمیشہ) سچا ہوا کرتا ہے

(ض: ت * ۱۸/۹۵ تا ۹۸)

۹۵۔ حضرت ذوالقرنین نے ان لوگوں سے فرمایا کہ آپ سے کسی مالی تعاون کی ہمیں ضرورت نہیں اس لئے کہ جو طاقت عقل و حکمت اور دولت و لشکر، وسائل و اسباب وغیرہ اس تمام کام و عمل کے لئے ہیں وہ سب میرے رب تعالیٰ نے مجھے اپنے پاس سے عطا کئے ہیں۔ اور وہ دنیا بھر سے کہیں اچھے اور بہتر ہیں البتہ اگر تم لوگ تعاون کرنا چاہتے ہو اور اس کام میں شریک ہونا ہی چاہتے ہو تو اپنی جسمانی قوت اور مفید مشوروں، کدالت، دوڑ، محنت و مزدوری اور میرے حاکم کی پابندی کرو۔ میں یقیناً تمہارے اور ان کے درمیان ایک بہت ہی مضبوط دیوار دراز و طویل، مضبوط و قوی ٹھوس آڑ بنا دوں گا۔ انہوں نے درخواست کی تھی کہ سد یعنی کسی بھی قسم کی دیوار بنا دی جائے لیکن سکندر اس ظالم قوم کو دور سے دیکھ کر اس کی وحشت و بربریت، جسمانی قوت کو جان چکے تھے اس لئے فرمایا سدًا نہیں بلکہ ردمًا بناؤں گا تاکہ قیامت تک ان سے نہ ٹوٹ سکے۔
(اشرف التفاسیر)

۹۶۔ تم میرے پاس لوہے کی چادریں (تختیاں) جمع کرو۔ ف: تاویلات نجمیہ میں ہے کہ یہ حلم (القوۃ)

کی تفسیر ہے یعنی قوت سے ترتیب الآلات ہوا ہے۔ زبر، زبرہ کی جمع ہے جیسے غرف غرفۃ کی جمع ہے
یعنی لوہے کے بڑے بڑے تختے۔ ف: قصص الانبیاء میں لکھا ہے کہ انھوں نے حضرت سکندر سے عرض کیا کہ ہم
لوہا وغیرہ کہاں سے لائیں ہمارے پاس اس کے خریدنے کی وسعت نہیں ہے۔ حضرت سکندر نے فرمایا کہ فلاں مقام
پر لوہے کی کان ہے اور صاف تھے میں تانبے کی کان بھی پائی جاتی۔ ف: کاشفی نے لکھا ہے کہ حضرت سکندر نے انھیں
فرمایا کہ لوہے کی بڑی بڑی تختیاں بناؤ اور رات دن محنت سے کام کرو۔ انھوں نے حضرت سکندر کے حکم پر
جان کی بازی لگا دی اور لوہے کی بے شمار تختیاں تیار کر لیں۔ پھر سکندر نے فرمایا کہ پہاڑوں کے درمیان میں پچاس
گز چوڑا گڑھا تہ تک کھودو۔ دونوں پہاڑوں کے درمیان کا فاصلہ تین میل تھا۔ بعض نے فاصلہ تین سو
میل بتایا ہے اور پانی کی تہ تک کھودا تھا اس کی بنیادوں میں پہاڑ سے ملی کا پتھر اور سیسہ پگھلا کر بھر دیا گیا۔
اس کے اوپر کی بنیاد لوہے کی تختیوں سے بھر دی گئی، دونوں تختیوں کے درمیان لکڑیاں اور کوئلے ڈالے
گئے۔ "الصدف" پہاڑ کے آخری حصہ یا پہاڑ کے آخری کونے کو کہا جاتا ہے۔ سکندر اعظم کے پاس وہ لوگ
دیوار کا سامان جمع کر کے لائے اور دیوار بنانا شروع کیا یہاں تک کہ دونوں پہاڑوں کا درمیانی فاصلہ اوپر
تک برابر کر دیا۔ اس دیوار کی بلندی دو سو گز اور اس کی چوڑائی پچاس گز تھی۔ دیوار کی تکمیل کے بعد درمیان
والی لکڑیوں اور کوئلوں کو مضبوط کرنے کے لئے انھوں نے ان کی طرف آگ لگا دی ان تختیوں کی درمیانی آگ کو
پھونکا گیا یہاں تک کہ جب اس آگ نے لوہے کی تختیوں کو آگ بنا دیا یعنی وہ ان لوہے کی تختیوں کی
گرمی اور حدت آگ کی طرح ہو گئی۔ پھر کہا کہ میرے پاس پگھلا ہوا سیسہ لے آؤ، میں اس آگ لگائے
ہوئے لوہے پر ڈال دوں۔ (روح البیان)

۹۷۔ دیوار چونکہ بہت اونچی اور نہایت چکنی بنی ہوئی تھی اس وجہ سے وہ یعنی یاجوج و ماجوج اس پر
چڑھ نہ سکے اور بہت مضبوط ہونے کی وجہ سے سوراخ نہ کر سکے۔ (نور العرفان)

۹۸۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے کہ اس نے ان کے اور یاجوج و ماجوج کے درمیان ایک آڑ قائم کر دی
تاکہ وہ ان کے فتنہ و فساد اور شرارتوں سے محفوظ رہیں۔ جب میرے رب کے سچے وعدہ کا وقت آ جائے گا تو وہ اس
دیوار کو ریزہ ریزہ کر کے زمین دوز کر دے گا۔ دکاء کا معنی ہے برابر، جب کسی اونٹنی کی کوہان نہ ہو اور اس
کی پشت برابر ہو تو اسے ناقہ دکاء کہا جاتا ہے۔ عکرمہ اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
اسے پیچھے کی طرح راستہ بنا دے گا اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق ہے جس کا وقوع یقینی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

لغوی اشارے ✱ مَکَّنِّی: اصل میں مَکَّنَنِی تھا مَکَّنَ واحد مذکر غائب ماضی۔ تمکین مصدر، نی ضمیر مفعول
نون کو نون میں ادغام کر دیا۔ اس نے مجھے قدرت یا اقتدار بنایا۔ اختیار دیا ▲ اَعِیْنُوْنِیْ: تم میری مدد
کرو اعینوا اعانۃ سے جس کے معنی مدد کرنے کے ہیں امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر نی وقایہ ی ضمیر واحد متکلم

رَدْمًا : موٹی دیوار، مضبوط دیوار، سد محکم ۔ رَدَمَ یَرْدِمُ کا مصدر ہے جس کے معنی رخنہ کو پتھروں سے بند
کردینے کے ہیں مگر یہاں مصدر بمعنی اسم مفعول ہے ▲ زُبَرَ : لوہے کے تختے، لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑے
زُبْرَةٌ کی جمع ہے جیسے کہ غُرْفَةٌ کی جمع غُرَف ہے ۔ لوہے کے بڑے ٹکڑے کو زُبْرَةٌ کہتے ہیں ▲ سَاوٰی : اس
نے برابر کردیا، وہ برابر کرلیا ۔ مُسَاوَاةٌ سے جس کے معنی برابر کرنے اور برابر ہونے کے ہیں ماضی کا صیغہ واحد
مذکر غائب ▲ اُفْرِغْ : میں ڈال دوں گا، میں بہا دوں گا ۔ اِفْرَاغٌ سے ۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم
▲ قِطْرًا : حالت نصب پگھلا ہوا تانبا ▲ اِسْطَاعُوْا : وہ کرسکے، اصل میں اِسْتَطَاعُوْا تھا
ت اور ط دو حروف قریب المخرج جمع ہو رہے تھے ت حذف ہوگئی ▲ نَقْبًا : اسم منصوب ۔ شگاف، سوراخ
نقب ۔ یہاں مادہ مصدر، پراگندہ ٹکڑے نُقْبَت اور انقاب جمع ▲ دَكَّاءَ : ہموار، برابر (لغات القرآن)

معلومات مزید ● منقول ہے کہ یاجوج وماجوج ہر روز اس دیوار کو کھودتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ دیکھتے
ہیں کہ سورج غروب ہونے والا ہے تو ان کا سردار انہیں حکم دیتا ہے کہ واپس چلے آؤ، کل اسے کھود کر گرادیں گے
لیکن جب وہ اگلے روز آتے ہیں تو اسے پہلے سے بھی زیادہ مضبوط پاتے ہیں۔ آخرکار جب ان کی میعاد
پوری ہوجائے گی اور اللہ تعالیٰ کو لوگوں پر ان کا نکلنا منظور ہوگا تو یہ دیوار کو کھودتے کھودتے چھلکے جیسا کردیں گے
جب سورج غروب ہونے کے قریب ہوگا تو ان کا سردار انہیں کہے گا کہ اب واپس چلو، کل ان شاء اللہ اسے
مسمار کردیں گے ۔ ان شاء اللہ کہنے کی وجہ سے وہ اگلے روز دیوار کو جوں کا توں بالکل اسی حالت پر پائیں
گے جس پر وہ اسے چھوڑ کر گئے تھے چنانچہ وہ اسے گرا کر لوگوں پر نکل پڑیں گے ۔ تمام پانی پی کر ختم کر جائیں گے
لوگ ان کی دہشت سے محفوظ رہنے کے لئے قلعہ بند ہوجائیں گے ۔ یہ اپنے تیر آسمان کی طرف چلائیں گے تو وہ
خون آلود ان کے پاس لوٹ آئیں گے (اکثر) یہ دیکھ کر وہ کہیں گے کہ ہم نے نہ صرف زمین والوں کو مغلوب
کرلیا ہے بلکہ آسمان والوں کو بھی بحکم خدا ان کی گردنوں میں ایسے کیڑے پڑ جائیں گے جن سے سب کے
سب مر جائیں گے ● حضرت کعب الاحبار سے مروی ہے کہ یاجوج وماجوج ہر روز اس دیوار کو چاٹتے ہیں
یہاں تک کہ جب وہ کم رہ جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ کل اسے توڑ ڈالیں گے لیکن دوسرے دن وہ پہلے کی طرح ہوجاتی
ہے تو وہ اسے پھر سے چاٹتے ہیں۔ ہر روز یونہی ہوتا رہتا ہے ۔ آخرکار جب ان کا خروج مقدر ہوگا تو
انہیں بذریعہ الہام ان شاء اللہ کہنے کی تلقین کی جائے گی ۔ چنانچہ ان شاء اللہ کہہ کر وہ دیوار کو جس حالت
میں چھوڑیں گے اگلے دن بالکل اسی حالت پر پائیں گے اور اسے گرا کر باہر کو دوڑ پڑیں گے ۔

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوجُ فِي بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ۝
وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا ۝ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ
عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ۝ اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا
عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ۭ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ۝

اور اس دن ہم انہیں چھوڑ دیں گے کہ ان کا ایک گروہ دوسرے پر ریلا آئے گا اور صور پھونکا جائے گا تو ہم سب کو اکٹھا کر لائیں گے * اور ہم اس دن جہنم کافروں کے سامنے لائیں گے * وہ جن کی آنکھوں پر میری یاد سے پردہ پڑا تھا اور حق بات سن نہ سکتے تھے * تو کیا کافر یہ سمجھتے ہیں کہ میرے بندوں کو میرے سوا حامی بنا لیں گے بےشک ہم نے کافروں کی مہمانی کو جہنم تیار کر رکھی ہے (۱۸/۹۹ تا ۱۰۲ * ت: ک)

۹۹۔ "اور ہم اس روز ان کی یہ حالت کر دیں گے کہ آپس میں ایک گڈمڈ ہو جائیں گے" بعض محققین نے کہا کہ یہ واقعہ اس وقت ہوگا جب یاجوج و ماجوج سد کو توڑ چکے ہوں گے یعنی دیوار توڑ کر یاجوج و ماجوج ٹڈی کی طرح ہر طرف مارتے داخل ہوں گے کثرت اور ریل پیل کی وجہ سے ہر ایک دوسرے سے آگے بڑھنا چاہے گا اور آپس میں گڈمڈ ہو جائیں گے۔ بعض کا قول ہے کہ یہ واقعہ اس وقت ہوگا کہ قیامت بپا ہو جائے گی اور لوگ قبروں سے باہر آ جائیں گے۔ اور جنات بھی انسانوں کے ساتھ گڈمڈ ہو جائیں گے اور سب حیرت میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ اور (قبروں سے مردوں کو زندہ کرکے اٹھانے کے لئے) صور پھونکا جائے گا یہ وقت قیامت برپا ہونے کا ہوگا۔ اور (حساب و جزا و سزا کے لئے) ہم سب مخلوق کو ایک میدان میں جمع کر دیں گے (تفسیر مظہری)

۱۰۰۔ "جب کہ دیوار کا ٹوٹنا یاجوج و ماجوج کا باہر آ کر فساد کرنا بلحاظ زمانہ ذوالقرنین کے سینکڑوں ہزاروں برس کے بعد ہوگا اور یہ زمانہ اس زمانہ کے خیال سے یقیناً قیامت کے قریب ہے اس لئے اس مناسبت سے حشر کا تذکرہ شروع ہوا۔ صور پھونکا جاوے گا دنیا نیست و نابود ہو جائے گی پھر دوسری بار پھونکے گا جس سے ہر شخص زندہ ہوگا" اس روز کافروں کے سامنے جہنم کو لا کھڑا کر دیں گے تاکہ وہ اس میں ڈالے جائیں۔ (تفسیر حقانی)

۱۰۱۔ "جن کی آنکھوں پر میری یاد سے پردہ پڑا ہوا تھا" اس بغض و عناد کی وجہ سے جو انہیں اسلام و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تھا۔ یہ ذکر دنیا کا ہے جب کافر دنیا میں تھے تو نہ دین حق کو دیکھتے تھے نہ دعوت حق کو سنتے تھے ذکری کے لفظی معنی تو "میری یاد" کے ہیں مراد اللہ کی

ترحیم اور اللہ کی کتاب سے لاتی ہے (ابن عباسؓ) کانوا لا یستطیعون سمعا۔ اس عدم استطاعت
سے مراد کوئی اضطرار یا معذوری نہیں بلکہ کافروں کے عناد و ارادے ہی کی جانب اشارہ ہے۔ (کبیر و معالم)
اس طرز بیان کی مثالیں قرآن مجید میں اور بھی ملتی ہیں۔ (تفسیر ماجدی)

۱۰۱۔ میری بزرگی شان کے باوجود بھی میرے ساتھ کفر کرتے ہیں تو کیا انہیں وہم و گمان ہے کہ وہ بنا لیں گے میرے بندوں کو یعنی ملائکہ کرام و عیسیٰ و عزیر علیہما السلام کو۔ حالانکہ وہ تمام میرے قبضہ قدرت اور زیر حکم ہیں، معبود کہ وہ مدد دے کر ان کو میرے عذاب سے بچا لیں گے۔ ہم نے کافروں کے لئے جہنم کو مہمانی کے طور پر تیار کر رکھا ہے یہ وہ شے جو آنے والے مہمان کے لئے تیار کی جائے۔ ف: اس سے معلوم ہوا کہ جہنم کے علاوہ بھی انہیں اور عذاب ہوگا جو اس جہنم کا عذاب اس کے مقابلہ میں کچھ نہیں اور وہ عذاب یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محروم رکھا جائے گا۔ " جہنم کا عذاب اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محرومی کے عذاب کے مقابلہ میں کچھ نہیں
ف: حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نزل بمعنی منزل اور ٹھہرنے کی جگہ ہے اب آیت کا معنی یہ ہوا کہ جہاں ہر کافر کو ٹھہرایا جائے گا وہ ایسی نحسی ہوگی کہ دوزخ کا عذاب اس کے مقابلہ میں حقیر ترین ہوگا (روح البیان)

لغوی اشارے ✱ مَوۡجٌ: اسم مفرد نکرہ امواج جمع۔ پانی کی تیار، لہر ▲ نُفِخَ: واحد مذکر غائب ماضی مجہول نفخ مصدر (نصر) پھونکا گیا یعنی یقینی طور پر پھونکا جائے گا ▲ صُوۡرٌ: نرسنگا۔ شیخ ابوالفضل جمال قرشی لکھتے ہیں "صور بالضم بمعنی شاخ ہے" نیز وہ چیز کہ جس کو حضرت اسرافیل علیہ السلام خلق کو مارنے اور جلانے کے لئے پھونکیں گے ارشاد الٰہی ہے "جس دن پھونکا جائے گا صُور" بعض نے کہا ہے مجھے معلوم نہیں ہے کہ صور کیا ہے نیز بیان کیا جاتا ہے کہ صُوَر صُورَۃ کی جمع ہے جس کے معنی پیکر (پتلے کے) ہیں جیسے کہ بُسۡرَۃ اور بُسَرۡ ہیں یعنی مردوں کے پیکروں میں روحیں پھونکی جائیں گی۔ اور حسن بصری نے تو قراءت ہی تحریک واو کی ہے۔ (جس دن پتلوں میں پھونکا جائے گا)" ملاحظہ ہو الصراح من الصحاح باب الرا و فصل الصاد"
یہ دوسرا قول ابو عبیدہ اور مقاتل کا ہے (حواشی شیخ سلیمان جمل بر جلالین ج ۲ ، ص ۴۹ ۔ طبع مصر)
مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ قرآن مجید میں دوسری جگہ فرمایا ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخۡرَىٰ (پھر دوبارہ اس میں پھونکا جائے گا) فیہ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب ہے ظاہر ہے کہ صور اگر صورۃ کی جمع ہوتی تو ضمیر واحد مذکر کیوں آتی۔ نیز ارشاد ہے "فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ" پھر جب پھونکا جائے گا وہ کھوکھلی چیز۔ یہ صور پھونکنے کا بیان ہے علاوہ ازیں خود حدیث میں اس کے معنی نرسنگے کے آئے ہیں چنانچہ امام احمد، ابوداؤد، نسائی، دارمی، ترمذی اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی روایت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: صور نرسنگا ہے جس کو پھونکا جائے گا اور اہل لغت نے تصریح کی ہے کہ صور شاخ (نرسنگا) ہے جو بوق کی طرح ہوتا ہے ▲ عَرۡضًا: روبرو لانا، پیش کرنا، عَرۡضٌ تعرض کا مصدر ہے۔ لازم اور متعدی دونوں طرح مستعمل ہے یعنی پیش ہونا،

اور پیش کرنا لیکن یہاں یہ متعدی ہے ▲ غِطَاءٌ : (حالت جر) ڈھکنا یعنی وہ سرپوش جو طباق کی قسم میں سے ہو، کپڑے وغیرہ کا نہ ہو، مراد غفلت ہونا ہے (المفردات و معجم) ▲ سَمْعًا : قوت سامعہ، کان، سننا۔ پہلے دونوں معنی کے اعتبار سے اسم ہے اور دوسرے معنی کے اعتبار سے سَمِعَ یَسْمَعُ کا مصدر ہے۔ امام راغب مفردات میں تحریر فرماتے ہیں "کان کی وہ قوت کہ جس سے آوازیں دریافت کی جاتی ہیں سَمع ہے اور اس کے فعل کو بھی سَمع کہتے ہیں سَمِعَ سَمْعًا آتا ہے ▲ نُزُلًا : مہمان کا کھانا۔ طعام ضیافت، مکان (لغات القرآن)

مختصر تشریح ✱ جب دیوار کے انہدام کا مقررہ وقت آ جائے گا تو یاجوج و ماجوج اچانک باہر نکل پڑیں گے اور وہ ہجوم اور کثرت کے باعث اور وقت واحد میں ایک ساتھ نکل پڑنے کے سبب ایک دوسرے میں گڈمڈ ہو جائیں گے یہ واقعہ قیامت کے قریب وقوع پذیر ہوگا اس کے ساتھ قیامت کے ظہور کا مرحلہ ہوگا تمام انس و جن اور کائنات کے خاتمہ کے لئے پہلی بار صور پھونکا جائے گا پھر جب دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو سب زندہ ہو کر موجود ہو جائیں گے اور سب کو میدان حشر میں جمع کر لیا جائے گا ● دوزخ کو اس دن کافروں کے سامنے لایا جائے گا تاکہ ان کو دکھا دیا جائے کہ مراحل حشر یعنی حساب کتاب کے بعد ان کے کفر و اعمال قبیحہ کے باعث یہیں ٹھکانا ہوگا ● دوزخ کو قبل از وقت کافروں کو دکھانے میں یہ حکمت و منشا ہے کہ کافروں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و معبود یکتا ہونے کا انکار کیا وہ قرآن پڑھنے سے اندھے اور سننے سے بہرے ہو گئے تھے۔ صاحب قرآن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہایت دشمنی و عداوت رکھتے تھے اور قرآن پاک بھی نہیں سنتے تھے ● کیا ان کفار و مشرکین کا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ مخلوق جن میں ملائکہ بھی شامل ہیں اور خاص طور پر عزیر و مسیح علیہما السلام حضرات صالح و مقربین کو حامل مستقل سمجھ لیں تو یہ سمجھا کرتے تھے اور جنات و شیاطین کی بھی پرستش کرتے یہاں استفہام زجر و توبیخ کا ہے یا کہ انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ معبود حقیقی کی عبادت کو چھوڑ کر مخلوق کی پرستش انہیں فائدہ پہنچائے گی۔ اور یہ اللہ کی گرفت اور پرسش سے بچ جائیں گے یہ ان کی نا سمجھی اور نادانی ہے۔ یہ خود ان سے کسی کو بھی ان کی حمایت نہیں کرتا تھا۔ جہنم کافروں کے لئے تیار رکھی گئی ہے وہ ایسی جگہ کافروں کو دکھا دی جائے گی اور وہاں ان کو جس طرح کی سزا و عذاب کا سامنا ہوگا اس کو یعنی عذاب جہنم کو کافروں کی ضیافت طعام سے تعبیر فرمایا گیا ہے ●

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ۝ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
وَزْنًا ۝ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ۝

فرمائیے (اے لوگو!) کیا ہم مطلع کریں تمہیں ان لوگوں پر جو اعمال کے لحاظ سے گھاٹے میں ہیں
* یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری جدوجہد دنیوی زندگی کی آراستگی میں کھو کر رہ گئی اور
وہ یہ خیال کر رہے ہیں کہ وہ کوئی بڑا عمدہ کام کر رہے ہیں * یہی وہ (بدنصیب) ہیں
جنہوں نے انکار کیا اپنے رب کی آیتوں کا اور اس کی ملاقات کا ضائع ہو گئے ان کے
اعمال تو ہم ان (کے اعمال تولنے) کے لئے روز قیامت کوئی ترازو نصب نہیں کریں گے *
یہ ہے ان کی جزاء جہنم اس وجہ سے کہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیتوں اور رسولوں کا مذاق بنا لیا
(۱۸/ ۱۰۳ تا ۱۰۶ * ت: ض)

۱۰۳۔ اے محبوب کریم ان مشرکین مکہ سے جو یہودیوں سے پوچھ پوچھ کر امتحان کی غرض سے حضرت خضر اور ذوالقرنین
کی واقعاتی اور فتوحاتی خبریں پوچھتے ہیں کہ یہ بھی خبریں تو تم سن لیں کیا ہم تم کو ان بدنصیب اور بدبخت سرکشی
میں اندھے بہرے اور گستاخ لوگوں کی بھی خبر نہ بتا دیں جو دنیا میں اعمال کے اعتبار سے بہت ہی گھاٹے
والے ہیں جن کی آنکھیں عداوت (رسالت) کے موٹے پردوں میں اور گستاخی غیرت کی دولت کھا بیٹھی ہے۔
حضرت مقاتل نے کہا (اخسرین سے مراد) دنیا پرست ہیں بعض نے کہا کہ یہود و نصاریٰ مراد ہیں (انوار التفاسیر)
۱۰۴۔ سب سے زیادہ خسارے میں وہ لوگ ہوں گے کہ دنیوی زندگی میں کی ہوئی ان کی ساری کوششیں
(اکارت اور رائیگاں) اور وہ یہی سمجھتے رہتے ہیں کہ ہم اچھے کام کر رہے ہیں۔ حضرت
ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا آیت میں سب سے زیادہ خسارہ پانے والوں سے
مراد ہیں عیسائی اور یہودی جو اپنے گروہ کو حق پر سمجھتے ہیں حالانکہ ان کی شریعت منسوخ ہو چکی
بعض کہتے ہیں کہ تارک الدنیا راہب مراد ہیں جو اپنے خیال میں آخرت کے طالب اور لذائذ دنیا سے
روگرداں ہیں حالانکہ وہ شریعت اسلامیہ کے منکر ہیں ان کی یہ کوشش سراب اور خسارہ
ثابت ہوں گی۔ بعض کا کہنا ہے کہ آیت میں کفار مراد ہیں جو حق بات ماننے اور دوسری حسابی زندگی پانے
کے منکر تھے اور دنیوی فائدہ میں ان کا مقصود زندگی تھا اس زندگی کے منافع میں طرح طرح سے

وابستہ ہیں کو نظر آتے تھے انہی راستوں پر چلتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ اس دنیا کے سوا کوئی اور زندگی نہیں اگر کوئی شخص آخرت کی تمنا میں ایسے کام کرتا ہے جن سے دنیوی منافع میں نقصان ہوتا ہے تو ایسا آدمی بیوقوف ہے (خطبات)

۱۰۵۔ "یہ وہ جنہوں نے اپنے رب کی آیتیں اور اس کا ملنا نہ مانا" اس سے معلوم ہوا کہ کافر کی نیکیاں برباد ہیں اور کفر نیکی برباد کر دیتا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ادنیٰ سی بھی بے ادبی کفر ہے کیونکہ حضورؐ کی آواز سے اپنی آواز اونچی کرنے پر ضبطیٔ اعمال ہو جاتی ہے" تو ان کا کیا ذکر جس نے انکار کیا معلوم ہوا کہ کافر کی نیکیاں برباد ہیں کیونکہ جو شاخ درخت سے کٹ جائے وہ پانی سے ہری نہیں ہو سکتی جس نے پیغمبر سے رشتہ غلامی توڑ دیا وہ کسی نیکی سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ مومن کی معمولی نیکی بھی کمال رکھتی ہے کیونکہ وہ درخت سے وابستہ ہے۔ "تو ہم قیامت کے دن ان کے لئے کوئی تول نہ قائم کریں گے" اس طرح کہ ان کفار کے نیک اعمال تولے ہی نہ جائیں گے۔ ان کے لئے میزان ہوگی ہی نہیں۔ یا یہ کہ تولے جائیں گے مگر ان میں کوئی وزن نہیں ہوگا۔ دیکھنے میں بڑے معلوم ہوں مگر میزان میں کچھ نہیں۔ معلوم ہوا کہ نیک اعمال میں وزن ایمان و اخلاص سے ہوتا ہے۔ (نور العرفان)

۱۰۶۔ وہ امر یہی ہے کہ ان کی جزا جہنم ہے بسبب اس کے کہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیات اور میرے رسل کرام سے ہنسی مذاق کیا حالانکہ ان پر انہیں ایمان لانا ضروری تھا لیکن انہوں نے ایمان کے بجائے کفر کیا۔ (روح البیان)

لغوی ارشادات ✗ نُنَبِّئُكُمْ : جمع متکلم مضارع تَنْبِئَةٌ مصدر (تفعیل) کم ضمیر مفعول۔ ہم آگاہ کر دیں گے، ہم تم کو جتلا دیں گے یعنی جتلانے کے بعد سزا دیں گے ہم بتا دیں ▲ اَخْسَرِيْنَ : زیادہ نقصان میں رہنے والے، زیادہ گھاٹا پانے والے اخسر کی جمع بحالت نصب و جر ● ضَلَّ : گمراہ ہوا، بہکا، بھٹکا، راہ سے دور جا پڑا، کھو گیا، ضائع ہو گیا، گم ہو گیا، ہلاک ہو گیا ضلالٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ▲ سَعْيُهُمْ : ان کی دوڑ، ان کی کوشش سعی مضاف ھم ضمیر جمع مذکر غائب ▲ يَحْسَبُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع (سمع) وہ گمان کرتے خیال کرتے ہیں ▲ يُحْسِنُوْنَ : جمع مذکر غائب مضارع احسانٌ مصدر (افعال) وہ اچھا کرتے ہیں ▲ صُنْعًا : کاریگری، بنانا، اچھا کام کرنا۔ صنع یصنع کا مصدر ہے جس کے معنی کاریگری اور نکوئی کے ہیں۔ راغب نے لکھا ہے کہ صنع کے معنی "اجادۃ فعل" کام کو عمدگی سے کرنے کے ہیں پس ہر صنع فعل ہے لیکن ہر فعل صنع نہیں ہے نیز جس طرح کہ فعل کی نسبت حیوانات اور جمادات کی طرف ہوتی ہے صنع کی نہیں ہوتی ▲ لِقَآئِهٖ : لقاء مصدر مجرور مضاف پیشی ▲ نُقِيْمُ : جمع متکلم مضارع (اقامۃ مصدر (افعال)) ہم قائم (نہیں) کریں گے ▲ وَزْنًا : اسم مصدر، قدر و منزلت۔ علامہ ابوالسعود نے تفسیر میں لکھا ہے کہ "ہم ان کی کوئی قدر و منزلت نہیں کریں گے کیونکہ قدر و منزلت کا مدار اعمال صالحہ پر ہے اور ان کے اعمال صالحہ نابود ہوں گے ▲ هُزُوًا : مصدر (فتح) بمعنی اسم مفعول مسخرا۔ وہ جس کا مذاق اڑایا جائے، ٹھٹھا، ٹھٹھا۔ (لغات القرآن)

مفہومات مزید ★ آپ فرما دیجیے کہ کیا ہم تمہیں ان لوگوں کا نشان بتا دیں جو اعمال کے لحاظ سے
گھاٹے اور خسارے میں ہیں جنکو وہ اچھا سمجھ کر تصور کریں ان کے اعمال اکارت ہو جانے کے باعث وہ نقصان میں ہیں
اگرچہ کہ ان لوگوں کو اپنے کاموں پر بہت ہی ناز و افتخار رہا ہو اور اپنے اعمال کو وہ لوگ کے نزدیک بڑے اچھے شمار کرتے

● جو لوگ خسران والے ہیں ان کی ساری محنتیں مشقتیں اور کوشش رائیگاں گئیں سارے اعمال اکارت
ہو گئے جتنے اچھے نیک اور خوب کام کئے محض ان کے کفر کی وجہ سے بے قدر و قیمت ہو گئے ان کا کوئی ثمرہ ان کو ملنے کا
نہیں وہ سب بے کار ثابت ہو گئے۔ اگرچہ کہ وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم اچھے بھلے کام انجام دے رہے ہیں اور آخرت
میں ہمیں ان کاموں اور نیک کوششوں کی وجہ سے انعامات و فوائد کے مستحق ہو جاتے لیکن ان کے کفران نے ان کے
تمام کاموں پر پانی پھیر دیا اب وہ میزان (اعمال) پر تولے جانے کے لائق ہی نہیں رہ جاتے تو پھر وہ کیسے اس کا بدل پا سکتے تھے۔
● یہ خسران پانے والے وہ لوگ ہیں جو رسالت کا انکار کرتے ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے
قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں مانتے اور حضور انور کے سینۂ اطہر پر اس کے نزول کے قائل نہیں اور مرنے کے بعد جلائے
جانے پر یقین نہیں رکھتے ان کے کفر   اور برے عقائد کے باعث ان کے سارے کام بے کار ہو گئے اور حشر
ان وجوہ اور اسباب کی بنا پر وہ نہ تو اپنا وزن نہ اپنے اعمال کا وزن قائم رکھ سکیں گے یعنی ان کے اعمال
کی قدر و قیمت کچھ نہ ہوگی۔ ● چونکہ ان کافروں نے آیاتِ ربانی کا انکار کیا اور مضحکہ اڑایا اور رسولوں کی
تکذیب کی اور ان کے ساتھ استہزاء کیا لہٰذا انہیں ان باتوں کا خمیازہ اٹھانا ہی پڑے گا اور وہ
سزا جہنم ہے انہیں اپنے کفر و تکذیب و تمسخر کے بدلے میں دوزخ کی آگ اور سخت عذاب میں مبتلا ہونا ہے ●

1812

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۝ خَالِدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا ۝ قُل لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَن تَنفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا ۝ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ۝

بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے فردوس کے باغ ان کی مہمانی ہے * وہ ہمیشہ ان ہی میں رہیں گے ان سے جگہ بدلنا نہ چاہیں گے * تم فرماؤ اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لئے سیاہی ہو تو ضرور سمندر ختم ہو جائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی اگرچہ ہم ویسا ہی اور اس کی مدد کو لے آئیں * تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں مجھے وحی آتی ہے تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہئے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے
(۱۸/ ۱۰۷ تا ۱۱۰ * ت:ک)

۱۰۷۔ اللہ تعالیٰ کے سعادت مند بندے ایسے پائے گئے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور تمام احکام کی تصدیق کی۔ ان کے لئے فردوس کے باغات ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں رومی زبان میں باغ کو فردوس کہتے ہیں۔ ابو امامہ کا قول ہے کہ فردوس سے مراد وسط جنت ہے۔ حضرت سمرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "فردوس جنت کا ٹیلہ، ساری جنت سے اعلیٰ اور خوبصورت ہے (طبرانی) فرمایا "جب تم اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو تو اس سے فردوس مانگا کرو کہ یہ جنت کا سب سے اعلیٰ و افضل مقام ہے اور یہاں ہی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں (صحیح بخاری)۔ آیت شریفہ میں لفظ "نزل" سے مراد ضیافت اور مہمان نوازی ہے۔ وہ فردوس کے باغات میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہاں سے کوچ کرنے اور اس کے بدلے کوئی اور جگہ تلاش کرنے کا انہیں خیال تک نہیں آئے گا۔ (ابن کثیر)

۱۰۸۔ وہ جنت الفردوس میں ہمیشہ رہیں گے اس سے ہٹنا نہ چاہیں گے کیونکہ جنت سے زیادہ نفیس اعلیٰ عمدہ کوئی چیز ہی نہیں ہوتی کہ وہ جنت کو چھوڑ کر اس کی طرف راغب ہو جائے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "لا یبغون" سے "خالدین" کی طرف تاکید مقصود ہے (تفسیر [illegible] / ت)

۱۰۹ ”اے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرمائیے کہ ہو جائے دریا کا پانی سیاہی“ ۵ حیی بن اخطب نے مسلمانوں
پر اعتراض کیا تھا کہ قرآن (مجید) کا فرمانا ہے کہ ”جسے حکمت عطا ہوئی اسے خیر کثیر عطا ہوئی“ اس کے
باوجود یہ فرمایا ہے ”تم کو تھوڑا سا علم دیا گیا ہے“ اس سے اس کا یہ مقصود تھا کہ تورات خیر کثیر ہے اور وہ
ہم (یہودیوں) کو نصیب ہے اس کے باوجود تم (اے مسلمانو) ہمیں جاہل کہتے ہو۔ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ
ہم اہل اسلام بہت کچھ خیر و بھلائی رکھتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے خیر و بھلائی اور علم کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے اس لئے
کہ اگر تمام دریا سمندر سیاہی ہو جائیں میرے رب تعالیٰ کے علوم و حکمت کے کلمات کے لئے یعنی اس کے معلومات
اور حکمتوں کو لکھنے کے لئے دریاؤں کے پانی کو سیاہی بنا کر لکھے جائیں تو تمام دریاؤں کے پانی ختم ہو جائیں گے
کیوں کہ وہ متناہی ہیں لیکن میرے رب کے کلمات یعنی معلومات و حکمتیں ختم نہ ہوں گی اس لئے کہ اس کی
کی طرح اس کا علم غیر متناہی ہے اگرچہ ہم ان دریاؤں کی مثل اور سمندر یا لائیں ف: کاشفی نے کہا
ہے کہ اگر ہم مدد کے طور پر دریائے محیط لائیں۔ مددا تمیز ہے زیادہ کرنے کے بطور مدد کے تو بھی دریاؤں کی
سیاہی ختم ہو جائے گی لیکن اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے کیونکہ کلمات الٰہی غیر متناہی ہیں (روح البیان)
۱۱۰ ”تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں“ کہ مجھ پر بشری اعراض و امراض طاری ہوتے ہیں
اور صورت خاصہ میں کوئی بھی آپ کا مثل نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسن و صورت میں سب سے اعلیٰ و بالا کیا
اور حقیقت روح و باطن کے اعتبار سے تو تمام انبیاء اوصاف بشریہ سے اعلیٰ ہیں جیسا کہ شفا قاضی
عیاض میں ہے اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام
و ظواہر تو حد بشریت پر چھوڑے گئے اور ان کے ارواح و بواطن بشریت سے بالا اور ملاء اعلیٰ سے متعلق ہیں
شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی نے سورہ والضحیٰ کی تفسیر میں فرمایا کہ آپ کی بشریت کا وجود اصلا
نہ رہے اور غلبہ انوار حق آپ پر علی الدوام حاصل ہو بہر حال آپ کی ذات و کمالات میں آپ کا
کوئی مثل نہیں اس آیت کریمہ میں آپ کو اپنی ظاہری صورت بشریہ کے بیان کا اظہار تواضع کے لئے
حکم فرمایا گیا یہی فرمایا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے (خازن) مسئلہ کسی کو جائز نہیں کہ حضور
کو اپنے مثل بشر کہے کیوں کہ جو کلمات اصحاب عزت و عظمت بطریق تواضع فرماتے ہیں ان کا
کہنا دوسروں کے لئے روا نہیں۔ دوم یہ کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے فضائل جلیلہ و مراتب رفیعہ عطا فرمائے
ہوں اس کے ان فضائل و مراتب کا ذکر چھوڑ کر ایسے وصف عام سے ذکر کرنا جو ہر کس و ناکس میں پایا جائے
ان کمالات کے نہ ماننے کا مشعر ہے سوم یہ کہ قرآن مجید میں جا بجا کفار کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ وہ
انبیاء کو اپنے مثل بشر کہتے تھے اور اسی سے گمراہی میں مبتلا ہوئے۔ پھر اس کے بعد آیت ”یوحی الیّ“
میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مخصوص بالعلم اور مکرم عند اللہ ہونے کا بیان ہے
”مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے“ اس کا کوئی شریک نہیں“ تو جسے اپنے
رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہئے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے“
شرک اکبر سے بھی بچے اور ریا سے بھی جس کو شرک اصغر کہتے ہیں مسلم شریف میں ہے کہ جو شخص

سورہ کہف کی پہلی دس آیتیں حفظ کرے اللہ تعالیٰ اس کو فتنۂ دجال سے محفوظ رکھے گا۔ یہ بھی حدیث
شریف میں ہے کہ جو شخص سورہ کہف کو پڑھے وہ آٹھ روز تک ہر فتنہ سے محفوظ رہے گا۔ (... کنز العمال)

لغوی اشارات ✱ **الفردوس**: یہ لفظ فارسی کا ہے یا قبطی۔ فارسی میں فردوس اس باغ کو کہتے ہیں جس کے درخت
پھیلے ہوئے ہوں اور قبطی زبان میں انگور کی بیلوں کو کہتے ہیں (معجم القرآن لعبد الرؤف)
صاحب قاموس و منتہی الارب نے لکھا ہے "فردوس باغ کہ وہ چھوٹی نہر جس میں ہر طرح کا سبزہ اگا ہوا ہو وہ
باغ جس کے اندر انگور اور ہر طرح کے پھل اور پھول ہوں اور جنت۔ یہ لفظ عربی ہے یا رومی یا سریانی۔
جمع فرادیس۔ حلبی نے کہا اعلیٰ درجہ کی جنت جو وسط میں واقع ہے۔ یہ لفظ عربی ہے کیونکہ بہت سے
دوسرے الفاظ عربی میں مستعمل ہیں مثلاً فردوس جہاں انگور سکھانے کو ڈالا جائے ... صدر مُفردوس
جو بڑا سینہ، فردوستہ کشادگی، فراخی، زمین پر کسی کو ٹھیک ... گرا دینا (قاموس) ▲ **حِوَلًا**: حُلہ
بدلنا، تبدیلی، پلٹنا، مصدر ہے ▲ **مِدَادًا**: اسم، روشنائی، چراغ کا تیل، ہر چیز کی زیادتی،
جنت کے حوضوں کے متعلق حدیث میں آیا ہے "میزابان یمدانہما الجنۃ" دو نالے اس میں آ کر گرتے ہیں
جن میں پیہم افزونی جنت سے ہوتی ہے یعنی جن کا سرچشمہ جنت میں ہے۔ آیت میں اول الذکر معنی
مراد ہے۔ (والفعل من نصر) ▲ **بشر**: آدمی، انسان، اصل میں بَشَرَۃٌ کھال کی ظاہری سطح کو کہا جاتا ہے
اور اَدَمَۃٌ باطنی سطح کو۔ قرآن مجید میں انسان کے ظاہری جسم اور جثہ کو بشر کے لفظ سے تعبیر کیا ہے ▲ **اَحَدٌ**:
ایک، اکیلا، یکتا (لغات القرآن)

معلومات مزید: کفار و مشرکین نافرمانوں اور سرکشوں کو ان کے اعمال قبیحہ کے بدلہ میں جہنم کا عذاب ...
اسی طرح مومن و متقی فرمانبرداروں اطاعت گزاروں کے لئے بہترین جزا جنت عطا کی جائے گی۔ اسی حقیقت کو
ظاہر فرمایا گیا ہے کہ بے شک جو مومن ہیں اور اعمال صالحہ کئے ان کی مہمانی کے لئے فردوس جنت کا اعلیٰ مقام جو باغ
ہوں گے ● ایمان لانے اور اعمال صالحہ میں زندگی گزارنے والوں کے لئے نعمت فردوس ہوگی وہ اس میں ہمیشہ
رہیں گے اور کبھی فردوس اور وہاں کی نعمتوں اور راحتوں کو چھوڑ کر نہیں جانا چاہیں گے ● اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
یہود سے بالخصوص اور دیگر مشرکوں و منافقوں سے بالعموم کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے علم اور کلمات کو تحریر کرنے اور
اس کی شان، عظمت و یکتائی، اس کی قدرت و حکمت کے حقائق لکھنے کے لئے سمندروں کے تمام پانی کو
سیاہی یا روشنائی بنا دیا جائے تو سمندر ہی نہیں اس جیسے اور سمندر کے پانی ختم ہو جائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ
کی باتیں ختم نہ ہوں گی ● اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ تمام مخلوقات میں
افضل ہیں وہ (سید البشر خیر البشر) بشر ہوں جو تم سب کی مثل ہوں تم سب کی ساری صفتیں فضیلتیں
عزتیں کمالات سب رب تعالیٰ نے محمد کو ازل ہی میں عطا فرما دیں ▲ کسی نے عرض کیا تھا (یہ روایت حضرت ابوہریرہؓ کی ہے) کہ
صوم بغیر سحر و افطار روزہ رکھنے کی اجازت ... حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا۔ تب اس نے عرض
کیا یا رسول اللہ آپ تو رکھتے ہیں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں میری مثل کون ہے؟ ... ارشاد
فرماتا ہے ... اس ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو پڑھے یہ معلوم ہوا کہ حضور ... کی مثل ہیں اور کوئی دوسرا حضور اقدس کی